جنوری - مارچ ۲۰۱۲ء

₹ 30/-

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

سہ ماہی مجلہ

حیاتِ نو

بلریا گنج

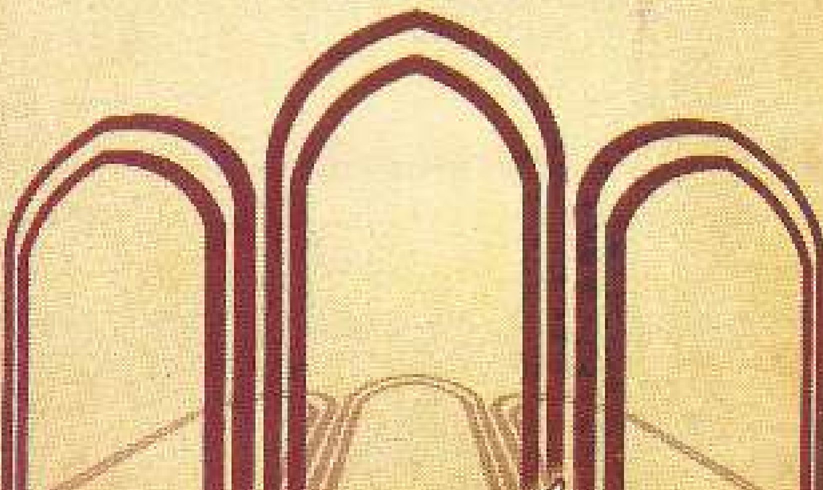

وجعل بينكم مودة ورحمة

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

سہ ماہی مجلہ

حیاتِ نو

بلریا گنج

جنوری - مارچ ۲۰۱۲ء

مدیر: انیس احمد مدنی

مجلس ادارت:

اشرف حسین صدیقی فلاحی — دہلی
مقبول احمد فلاحی — لکھنؤ
ڈاکٹر عبدالباری فلاحی — دہلی
مولانا محمد اسماعیل فلاحی — جامعۃ الفلاح

فی شمارہ	: اندرون ملک	۳۰ روپے	
	بیرون ملک	۵؍امریکی ڈالر	
سالانہ زرتعاون	: اندرون ملک	۱۲۰ روپے	
	بیرون ملک	۲۰؍امریکی ڈالر	
لائف ممبرشپ	: اندرون ملک	۳۰۰۰ روپے	
	بیرون ملک	۲۰۰؍امریکی ڈالر	

- رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔
- مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

نمائندے

لندن : رضوان احمد فلاحی
دہلی : نعیم احمد غازی فلاحی
علی گڑھ : ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی
ممبئی : حافظ ادہم علی فلاحی
نیپال : نذر الحسن فلاحی
یو اے ای : خالد حسن رشید فلاحی
قطر : محمد اکرم فلاحی
کویت : محمد سہیل فلاحی
سعودی عرب : انعام اللہ فلاحی

خط وکتابت کے پتے

- برائے ادارتی امور
انیس احمد مدنی، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج
اعظم گڑھ (یوپی)

- برائے انتظامی امور وترسیل زر
عرفان احمد فلاحی جامعۃ الفلاح، بلریا گنج
اعظم گڑھ (یوپی)، 276121
موبائل +91-9453757380
ای میل hayatenau123@gmail.com

Composed by **Mohd. Abuzar Azmi**
Azamgarh, Mob.: 9580147500

نقوشِ حیاتِ نو

اداریہ		
بچوں کی تعلیم وتربیت ایک اہم فریضہ	انیس احمد مدنی	۳
عظمت کے مینار		
سلمہ بن دینار	افتخار الحسن مظہری	۷
روشنی کا سفر		
میں نے اسلام کیوں قبول کیا	علی میثاق / زریکا میشاف	۱۳
مقالات		
اسلام میں عورتوں کے دستوری حقوق	ذکی الرحمٰن غازی فلاحی	۱۷
بحث و نظر		
تفہیم القرآن ایک مطالعہ	مولانا اسماعیل احمد فلاحی	۲۴
مصنوعی دین اور حقیقی دین	مولانا اقبال احمد اصلاحی	۳۱
عصری جامعات میں اسلامی قانون کی تدریس۔ فکر اسلامی کے تقاضے	ضیاء الدین ملک فلاحی	۳۵
قرآنی اسالیب دعوت	مولانا مقبول احمد فلاحی	۴۷
احوال امت		
خوشی کے آنسو	عبدالغفار عزیز	۵۱
عصر حاضر کا فرعون	قادری شامیہ	۵۷
حکمت دعوت		
ٹورینٹو کی ایک مسجد کا قصہ	عبدالحمید جاسم البلالی	۶۰
مذاہب عالم		
صابئہ مندائیہ (۲)	ابو اکرم فلاحی	۶۳
تعارف و تبصرہ		
مکہ مکرمہ سے معظم آباد تک	انیس احمد مدنی	۶۹
جامعہ کے لیل ونہار	عبدالرقیب فلاحی	۷۰
سعید احمد صاحب کا خطبہ		۷۱
ذمہ داران جامعہ کا انتخاب		۷۱
روداد انجمن		۷۲
انجمن مرکزی شوریٰ کا اجلاس		۷۳
اعلان نتائج		۷۴
گولڈن جوبلی ایک تعارف	مولانا مقبول احمد فلاحی	۷۵
معنی کاموں کے لئے خطوط کار	//	۷۹

بچوں کی تعلیم وتربیت ایک اہم فریضہ

والدین کے پاس بچہ قدرت کی ایک اہم ترین امانت ہے، جس کا دل بالکل صاف شفاف اور ہر طرح کے اثرات سے خالی ہوتا ہے، وہ ہر طرح کے نقش کو قبول کرنے اور ہر طرح کی حرکات وسکنات اور عادات کو اختیار کرنے کا پورا پورا اہل ہوتا ہے۔ اگر اسے خیر و بھلائی کا عادی بنایا جائے اور بہترین تعلیم وتربیت سے ہمکنار کیا جائے تو وہ فرشتہ صفت ولی بن سکتا ہے اور اگر اسے نظر انداز کیا جائے اور جانوروں کی طرح صرف جسمانی غذا دینے پر اکتفا کیا جائے تو وہ بہیمانہ صفات کا حامل اور سماج کے لئے ناسور بن کر سامنے آتا ہے۔

اس کو ہر باپ کی تعلیم وتربیت والدین کی اہم ترین ذمہ داری ہے، جس میں کسی بھی نوع کی کوتاہی پر والدین سے باز پرس ہوگی۔ ارشاد رسول ﷺ ہے: "الرجل راع فی اھلہ ومسئول عن رعیتہ" (متفق علیہ) آدمی اپنے اہل وعیال کا نگراں ہے اور اس سے اس کے اہل وعیال کے متعلق پوچھا جائے گا۔

ارشاد ربانی ہے: "یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ" [التحریم:۶] اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس عظیم ترین آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے "قوا انفسکم واھلیکم" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس کی شکل یہ ہے کہ خود بھی اور اپنے گھر والوں کو بھی نیکیاں سکھاؤ۔" [مستدرک الحاکم ۲/۴۹۴]

بچوں کی اصلاح اور انھیں خیر و بھلائی کا عادی بنانے کے لئے مسلسل نگرانی اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ بچہ قرب وجوار کے ماحول سے بھی متاثر ہوتا ہے، لہٰذا والدین کو اس کی حرکات و سکنات پر بھرپور نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ اس نے کہیں کوئی غلط عادت تو نہیں سیکھ لی ہے، جس طرح کسان اپنی فصلوں پر مسلسل نگاہ رکھتا ہے اور اس میں اُگ آنے والے خودرو پودوں اور گھاس کو نکال کر اسے صاف وشفاف رکھتا ہے۔

اپنے بچہ کو دنیا وآخرت کی سعادت سے ہمکنار کرنے کے لئے والدین کو بچہ کی جسمانی،

علمی وفکری، اخلاقی ودینی، ہر پہلو سے توجہ دینے کی ضرورت ہے، اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے درج ذیل پہلوؤں کو سامنے رکھنا ہوگا:

۱- بچہ جب بولنے لگے تو اسے 'کلمۂ توحید' کی تلقین کرے اور یہ ذہن نشین کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی باتوں کو سن رہا ہے اور جب روانی کے ساتھ بولنے لگے تو سورۃ الاخلاص اور سورۃ الکافرون ازبر کرادے اور اس آیت توحید کو ذہن نشین کرادے "قل الحمد لله الذین لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل و کبره تکبیرا" [الاسراء:۱۷/۱۱۱] کہہ دیجئے تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا اور نہ ہی اقتدار میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ ہی ذلت کے وقت اس کا مددگار ہے اور اس کی خوب خوب بڑائی بیان کر۔

۲- بچہ کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید کی تعلیم سے کرنا شعائر دین میں داخل ہے، جس پر ہر زمانہ میں امت کا عمل رہا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: "اپنی اولاد کو تین آداب سے آراستہ کرو: اپنے نبی اور آل بیت کی محبت اور تلاوت قرآن، کیونکہ حاملین قرآن عرش الٰہی کے سایہ میں انبیاء کرام اور اولیاء کے ہمراہ اس روز ہوں گے جس روز عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ [طبرانی بسند ضعیف]

امام شافعیؒ نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا تھا [طبقات الحفاظ، السیوطی/۱۵۴] اور سہل بن عبداللہ تستری نے چھ سال کی عمر میں [الاحیاء ۳/۷۳] اور ابن سینا نے دس سال کی عمر میں [وفیات الاعیان] قرآن پر دسترس حاصل کرلی تھی۔

۳- بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی تلقین کرنا اور اپنے ہمراہ اسے مسجد لے جانا اور دس سال پر نماز کی عدم ادائگی پر مارنا نبی اکرم ﷺ کا حکم ہے۔ نیز اسی عمر میں اسے اذان کی تعلیم دینا اور وضو کا طریقہ سکھانا صحابہ کرام کا عمل رہا ہے۔

۴- بچہ جب ممیز ہو جائے تو اسے مختلف النوع مجلسوں میں اپنے ہمراہ لے جانا تاکہ وہ شرم و حیاء سے عاری ہو کر بڑوں کا سامنا کر سکے۔ مختلف اجتماعی امور میں ایک دوسرے کا تعاون کر سکے اور ملاقات کے آداب سے واقف ہو سکے۔

۵- تمیز وادراک کی عمر میں بچے کو پڑوسیوں کے حقوق، گھروں میں داخلے کے آداب، کھانے کے آداب، بال اور لباس کے آداب سے آشنا کرنا، اخلاق حسنہ جیسے صداقت، رازوں کی پاسداری، امانت ودیانت کا اسے عادی بنایا جائے۔

۶- ایک باپ اپنے بچہ کو جو بہترین ہدیہ دے سکتا ہے وہ عمدہ ادب ہے۔ ارشاد نبوی ہے: "کوئی باپ اپنے لڑکے کو عمدہ ادب سے بہتر کوئی اور تحفہ نہیں دے سکتا۔" اسی لئے علی بن المدینی کہتے تھے: "باپ کا اپنی اولاد کو ادب کی میراث دینا، مال کی میراث سے بہتر ہے کیونکہ ادب انھیں مال وجاہ اور دوستوں کی محبت عطا کرے گا اور ان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کو جمع کرے گا۔" [تنبیہ المغترین، الشعرانی/۳۱]

۷- بچوں کی جسمانی نشوونما کا بھرپور خیال رکھنا بھی ازحد ضروری ہے۔ تیراکی، تیراندازی اور گھوڑسواری سیکھنا بچوں کا حق ہے۔ خالد بن الولید کہتے ہیں: "امرنا أن نعلم اولادنا الرمی والقرآن" [الطبرانی] ہمیں اپنے بچوں کو تیراندازی اور قرآن کی تعلیم دینے کا حکم دیا گیا۔ عمر فاروقؓ کہتے ہیں: "اپنی اولاد کو تیراکی اور تیراندازی کا فن سکھاؤ اور اس بات کا کہ وہ گھوڑوں پر کود کر سوار ہوں۔" نبی اکرم ﷺ بچوں کے درمیان کھیل کود کا مقابلہ اپنی نگرانی میں کراتے تھے۔ امام حسن اور حسین آپؐ کے سامنے کھیلتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مسجد میں حبشیوں کے ایک کھیل کا مشاہدہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ کیا تھا۔

۸- بچوں کی صحت پر توجہ دینا بھی والدین کی ذمہ داری ہے، اس ضمن میں ہمیں انھیں کھیل کے اوقات میں کھیل کود، مسواک، نظافت، ناخون کو تراشنے، کھانے پینے میں سنت نبویہ کا التزام کرنے، دائیں پہلو کے بل لیٹنے، عشاء کے بعد فوراً سونے اور فجر سے پہلے اٹھنے کا عادی بنانا چاہئے اور اگر بچہ بیمار پڑ جائے تو اس کے علاج میں جلدی کرنا نبی اکرم ﷺ کا طریقہ رہا ہے۔

۹- سب سے آخری اور اہم ترین چیز بچوں کی تعلیم ہے۔ بچپن میں تعلیم حاصل کرنا بچوں کا حق ہے۔ اس عمر میں انھیں معاش کی تلاش میں لگانا ناپسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو علم انسان اپنی کم سنی میں سیکھتا ہے وہ دلوں میں اس طرح ثبت ہو جاتا ہے جیسے پتھر پر کندہ کئے گئے احکام اور جو بڑے ہونے کے بعد علم حاصل کیا جاتا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی پانی پر لکھے۔ اس بابت نفطویہ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

أرانی نسیت ما تعلمت فی الکبر ۔۔۔ ولست بناس ما تعلمت فی الصغر
وما العلم الا بالتعلم فی الصبا ۔۔۔ وما الحکم الا بالتحکم فی الکبر
وما العلم بعد الشیب الا تعسف ۔۔۔ غدا کل قلب المرء والسمع والبصر
ولو فلق القلب المعلم فی الصبا ۔۔۔ لأبصر فیه العلم کالنقش فی الحجر

بچوں کی تعلیم کے ضمن میں نیک مدرس اور اچھے مدرسہ کا انتخاب انتہائی اہم مرحلہ ہے۔
عصر حاضر میں اہل کلیسا نے مسلمانوں کے دین وایمان کا شکار کرنے اور کم از کم انھیں بے دین بنانے کے لئے مشرق ومغرب میں نرسری اسکولوں کا ایک جال بچھا رکھا ہے اور ایک حد تک انھیں اس میں کامیابی بھی مل رہی ہے۔ چنانچہ عصری مدارس کے فارغ کتنے ہی مسلم طلبہ ایمان واخلاق سے عاری اور بڑی حد تک مذہب سے دور بلکہ اس کے استہزاء واستخفاف پر آمادہ نظر آتے ہیں۔

ان مدارس میں اپنے بچوں کو داخل کرانے والوں کا جرم ان لوگوں کے جرم سے کم تر نہیں جو مفلسی کے اندیشہ سے اپنے بچوں کو قتل کر دیا کرتے تھے، کیونکہ یہ ادارے عموماً مسلم بچوں کو ذہنی ارتداد تک پہنچا دیتے ہیں۔ شیخ محمد الخضر حسین جامعہ ازہر کے سابق شیخ کہتے ہیں کہ جب میں دمشق میں مقیم تھا تو فوج کا ایک اہم عہدیدار دمشق کے مدرسہ ''التہذیب الاسلامی'' میں اپنے لڑکے کو لے کر آیا اور اس نے بتایا کہ انھوں نے اپنے بچہ کا داخلہ ایک عیسائی ادارہ میں کرایا تھا تو ان لوگوں نے اس کے عقیدہ کو اس قدر کج کر دیا کہ یہ بچہ مجھے اور اپنی والدہ کو نصرانیت کی دعوت دینے لگا ہے۔ پھر بڑے دکھ درد سے اس نے مدرسہ کے ذمہ دار سے کہا کہ وہ اس بچہ کے دل سے نصرانیت کے آثار کو نکال دیں اور اسلام کے محاسن وکمالات کو اس طرح اسے سنائیں کہ وہ اپنے نفس کا تزکیہ کرلے۔

بچے میں جب جنسی شعور پیدا ہونے لگے تو اسے والدین کے کمرہ میں داخلہ کے آداب، غض بصر کی اہمیت، ان کے بستر کو علاحدہ کرنے کی سنت کی تعلیم دی جائے اور اس مرحلہ میں ''سورہ نور'' کے احکام ومسائل اسے ازبر کرا دیے جائیں۔ نیز اس کی شادی میں جلدی کی جائے۔ والدین اگر ان امور کا پاس ولحاظ رکھیں تو بچہ دنیا وآخرت دونوں میں اس کے لئے سعادت ومسرت اور اجر وثواب کا باعث ہوگا اور ان امور سے غفلت بچے کو اس مقام پر پہنچا دے گی کہ وہ اپنے والد کو مخاطب کرکے کہیں یوں نہ کہہ دے۔

''یا ابت انک عققتنی صغیرا فعققتک کبیرا و اضعتنی ولیدا فاضعتک شیخا'' اے میرے ابو جان! آپ نے بچپن میں مجھے اپنی تربیت وشفقت سے دور رکھا تو آپ کے بڑھاپے میں، میں نے آپ کو دور رکھا ہے اور آپ نے بچپن میں مجھے ضائع کر دیا تو بڑھاپے کی حالت میں، میں نے آپ کو ضائع کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت اور اس فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق بخشے۔ ☆☆☆

سلمہ بن دینارؒ

افتخار الحسن مظہری☆

ابو حازم سلمہ بن دینارؒ مدینہ کے امام وپیشوا تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث حاصل کی۔ زہد وتقویٰ اور جرأت اظہار حق میں صحابہ کا نمونہ تھے۔ جو علماء بادشاہوں کے تقرب پسند تھے، ان سے بیزار رہتے، لیکن جرأت اظہار حق میں یکتا ہونے کے باوجود مصاحبین سلطنت ان کی قربت کے دلدادہ رہتے۔ لیکن وہ خود اپنی دینداری کی حفاظت کے خیال سے ان سے دور رہتے۔ اسی لئے علماء کے درمیان وہ اجنبیت محسوس کرتے، یہ اجنبیت اپنے شہر کے لوگوں میں اور دوسرے لوگوں کے درمیان بھی محسوس کرتے۔ وہ کہتے تھے: دین ودنیا کے بارے میں بوجھل ہوں۔ پوچھا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: دین کے معاملہ میں کوئی معاون ومددگار نہیں ملتا۔ اور دنیا کی جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھایئے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بدکار اس سے پہلے اس کو ہاتھ لگا چکا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۹۷/۶)

ان کے نظام تربیت کا نچوڑ ان کی اس ایک بات میں آگیا ہے جو انھوں نے ایک امیر کے مدعو کرنے پر اس سے کہی:

سب سے اچھا امیر وہ ہے جو علماء سے محبت کرے اور سب سے برا عالم وہ ہے جو امراء سے محبت کرے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۰۱/۶)

دنیا برتنے کا ان کا طریقہ

دنیاوی زیب وزینت کی چیزیں ہوں یا دوسری پاک وصاف چیزیں اور کھانے پینے کی چیزیں، وہ بذات خود حرام نہیں ہیں، لیکن جب وہ اللہ کے ذکر میں حارج ہوں، دینی فرائض و واجبات میں رکاوٹ کا سبب بننے لگیں تو اس وقت وہ مضر و پر خطر ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ان سے بچنے اور دور رہنے کی ترغیب دی جاتی ہے تاکہ ان کی محبت دل سے نکل جائے اور وہ بذات خود انسان کا مقصود و مدعا بننے کے بجائے ایسا وسیلہ بن جائے جو عبادت الٰہی میں اس کی معاون بن جائیں۔

☆ استاذ حدیث وفقہ جامعۃ الفلاح، اعظم گڑھ

وہ چیزیں اللہ نے انسان ہی کے لئے پیدا کی ہیں۔ انسان کا ان کو استعمال کرنا اور ان سے اپنی ضرورت پوری کرنا جائز وحلال ہے اگر انسان ان کو کام میں لانے کا صحیح طریقہ اپنائے۔ دنیا کو برتنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ امام ابو حازم نے اس کے کچھ اصول وقواعد منضبط کیے ہیں جن کی رعایت کی جائے اور جن پر عمل کیا جائے تو اپنے نفس کی تربیت میں مومن کے لئے بڑے معاون ومددگار ثابت ہوتے ہیں۔

[۱] دنیا کی محبت:

ابو حازم کے ایک شاگرد عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم ان کے پاس آئے اور اپنی ایمانی کمزوری کا ان سے شکوہ کیا۔ ان کو اپنے استاد کے دین وعلم پر بڑا اعتماد تھا اس لئے انھیں امید تھی کہ استاد ایمانی کمزوری کا کوئی علاج بتائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے ان سے عرض کیا: کبھی کبھی ایسے خیالات آتے ہیں جن سے دل لرز اٹھتا ہے۔ ابو حازم نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ عرض کیا: دنیا کی محبت۔ انھوں نے فرمایا: دیکھو دنیا کی محبت انسان کی فطرت میں ودیعت کردی گئی ہے اس لئے دنیا سے محبت پر میں اپنے نفس کو سرزنش نہیں کرتا، یہ محبت تو اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اس پر شکوہ کیسا؟ ہاں اگر یہ محبت ہمیں اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں تک لے جائے تو یقیناً خطرناک بات ہے۔ اس لئے ہمیں صرف اس بات کا دھیان رکھنا چاہئے کہ دنیا کی محبت ہمیں کسی برائی کی طرف نہ لے جائے۔ اگر دنیا سے ایسی محبت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۹۹/۶)

یہ اہم ترین قاعدہ اور اصول ہے۔ چاہئے کہ ہر عبادت گزار زاہد اس پر عمل کرے۔ ابو حازم اس قاعدہ میں اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کی محبت بذات خود معیوب نہیں کیونکہ یہ محبت اللہ کی دی ہوئی ہے۔ ایک انسان کی حیثیت سے دنیا ہماری ضرورت ہے۔ اس لئے اس سے محبت ہونی ہی چاہئے۔ اصل چیز یہ دیکھنے کی ہے کہ دنیا کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیسا ہے؟ دنیا کی محبت کے باوجود اگر ہم اس کو صحیح ڈھنگ سے شریعت کے اوامر واحکام کے مطابق برتیں تو یہ مطلوب ہے اور اگر غلط طریقہ سے اس کو برتیں تو یہ معیوب ونقصان دہ ہے۔ مثلاً شادی کرنا، بچے پیدا کرنا، ان کی پرورش وپرداخت کرنا، ایسے کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں بندگی کے سفر میں اس کے لئے سہارے کا کام کرتی ہیں۔ لیکن یہی چیزیں اگر اللہ کی رضا کے حصول میں رکاوٹ پیدا کرنے لگیں تو مذموم ہو جاتی ہیں۔ ان سے بچنا اور دور رہنا واجب ہو جاتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

"ان من أزواجكم و أولادكم عدواً لكم فاحذروهم و ان تعفوا و

تصفحوا و تغفروا فان الله غفور رحيم" (التغابن: ۱۴)

یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جب کچھ عورتوں نے اپنے شوہروں کو جہاد میں شریک ہونے سے منع کردیا۔ انھوں نے ان سے کہا: آپ ہمیں کس کے سہارے چھوڑ کے جا رہے ہیں؟ آخر عورتوں کی محبت نے ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور وہ جہاد کے لئے نہ جا سکے۔ حالانکہ دنیا کی محبت اللہ کی رضا سے مشروط تھی۔ جہاں اس کی رضا پر حرف آئے وہاں دنیا کی محبت تج دی جائے گی۔

[۲] دنیا کی مشغولیت:

دنیا کی جو چیزیں اللہ نے انسان کے لئے مباح قرار دی ہیں ان کو حاصل کرنا اور ان میں مشغول ومصروف رہنا حرام نہیں ہے۔ لیکن یہ مشغولیت حد سے زیادہ ہوگی تو قیامت کے دن افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ کیونکہ یہ مشغولیت زیادہ ہوگی تو نیکی کے کام متاثر ہوں گے۔ امام ابو حازم دین کی دعوت دینے والوں کو یہی بتانا چاہتے ہیں۔ جب وہ کہتے ہیں:

تھوڑی سی دنیا آخرت کی بڑی دولت سے محروم کردیتی ہے۔

جب تھوڑی سی دنیا کی مصروفیت آخرت کی بڑی دولت سے محروم کردیتی ہے تو جب دنیا کی مصروفیت زیادہ ہوگی تو کتنا بڑا اخروی خسارہ ہوگا۔ اس لئے داعیان دین کو یہ نکتہ ہمیشہ پیش نگاہ رکھنا چاہئے اور انھیں اپنا مقصد تخلیق کبھی بھولنا نہیں چاہئے۔ ورنہ زیادہ دولت سمیٹنے کی مصروفیت، بچوں کے ساتھ دل لگی کی مصروفیت اور قیل وقال کی مصروفیت ایسی ہے جس سے آخرت کا بہت بڑا خسارہ وابستہ ہے۔

ابو حازم نے سچ ہی کہا: جو دنیا گزر گئی وہ خواب ہے، جو باقی ہے وہ آرزو ہے۔

[۳] اصلاح حال کی فکر:

مومن کو اس بات کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہئے کہ جو چیز اس کی اصلاح نفس میں معاون ہو اس کو اپنائے اور جو چیز اصلاح نفس میں حارج ہو اور اللہ کی قربت کے حصول میں رکاوٹ پیدا کرے اس سے دور رہے۔ کیونکہ اللہ سے جوڑنے والی اور اس سے قریب کرنے والے امور میں جتنی کمی ہوگی اتنا ہی دنیا وآخرت کا خسارہ ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض دنیا پرست اپنی دنیا بنانے وسنوارنے کے لئے اصول واخلاق کے ساتھ دوستوں، بیویوں اور بچوں کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ تو پھر دعوت دین کا کام کرنے والے دین کے لئے اور اللہ کی رضا کے لئے دنیا کو کیوں نہ ٹھوکر ماردیں۔ کیونکہ آخرت

کی کامیابی کا انحصار اصلاح نفس پر ہے اور اصلاح نفس واجب و ضروری ہے۔ اور واجب دنیا کو ٹھوکر مارے بغیر پورا نہ ہو تو دنیا کو ٹھوکر مارنا بھی واجب ہی ہوگا۔ امام ابو حازم اسی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ لکھتے ہیں: جس میں تھوڑی اصلاح نفس ہو، اس پر عمل کرو، چاہے لوگ اسے بگاڑ ہی سمجھیں۔ اور جس چیز میں نفس کا بگاڑ نظر آئے اسے ترک دو، چاہے اس میں لوگوں کو بھلائی ہی نظر آئے۔
(سیر اعلام النبلاء: ۶/۹۸)

[۴] **نعمت کا احساس :**

دنیاوی مال و اسباب کی فراوانی اللہ کے خوش ہونے کی دلیل نہیں ہے، نہ ہی کسی کی فقیری و محتاجی اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ اس سے ناخوش ہے۔ خوشحالی اور محتاجی دونوں آزمائش ہیں۔ اللہ کسی کو خوشحالی دے کر آزماتا ہے تو کسی کو فقیری و محتاجی دے کر آزماتا ہے۔ بندہ مومن کی شان یہ ہے کہ اللہ جس حال میں بھی اسے رکھے خوش رہے۔ محتاجی ہو تو اس پر بھی صبر و شکر کے ساتھ خوش رہے اور یقین رکھے کہ اسی میں خیر ہے اور تونگری و کشادہ دستی ہو تو بھی اس کو نہ بھولے اور اس کی بندگی کے تقاضوں سے آنکھیں نہ بند کرلے۔ یہ ہرگز نہ گمان کرے کہ اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے فقر آتی ہے اور اس کی خوشی سے مالداری اور تونگری ملتی ہے۔ دنیا کو برتنے میں اس اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ وہ فرماتے ہیں:

اللہ نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے وہ اس نعمت سے بڑی ہے جو مجھ کو نہیں ملی کیونکہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اس نعمت کو پا کر ہلاکت میں پڑ گئے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۶/۹۸)

یہ بات وہ صرف دل کی تسلی کے لئے نہیں کہتے تھے بلکہ ان کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ اللہ جس کو جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ دعوت کے میدان میں جو لوگ سرگرم عمل ہیں اگر ان کو اس بات کا یقین و ایمان حاصل ہو جائے تو دنیاوی مال و اسباب کا فقدان ان کے دعوتی کاموں میں حارج و مانع نہ بنے۔

غرور کا علاج

غرور نفس کی بہت بڑی بیماری ہے۔ تابعین کرام اس کی خطرناکیوں اور ہلاکت آفرینیوں سے بہت خائف رہتے تھے۔ وہ اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہتے کہ کہیں گھمنڈ و غرور ان کے اعمال کو غارت نہ کردے۔ اسی لئے ابو حازم اس کو بندے کی سب سے بڑی مصیبت سمجھتے تھے۔ وہ کہتے ہیں بندہ نیکی کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ لیکن جو برائی اللہ نے پیدا کی ہے وہ اس نیکی سے زیادہ

ضرر رساں ہے۔ بندہ برائی کرتا ہے تو مغموم ہوتا ہے لیکن جو نیکی اللہ نے پیدا کی ہے وہ اس سے زیادہ نفع بخش ہے۔ وہ اس طور کہ نیکی کرتے وقت اس میں دوسروں پر برتری کا احساس ہوتا ہے، جو اس کی بہت ساری نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ اور برائی کرتا ہے تو مغموم ہوتا ہے اور اللہ اسکے دل میں خوف پیدا کر دیتا ہے اور اللہ سے ملتا ہے تو خوف اس کے دل میں باقی رہتا ہے۔ (صفۃ الصفوۃ: ۳/۱۶۴)

اس بات سے تابعین کے نظام تربیت کا یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ نیک کام کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کہیں یہ اللہ کے نزدیک کسی غرور کی وجہ سے کالعدم نہ ہو جائے۔ نیکی کرنے پر غرور کا احساس عام طور پر لوگوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے بچنے کی صورت صرف یہ ہے کہ نیکی کا کام کرنے کی جو توفیق اسے ملی ہے اسے اپنا کمال نہ سمجھے بلکہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اگر وہ توفیق نہ دیتا تو کبھی یہ نیکی وہ انجام نہیں دے سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ کہا کرتے تھے: اے اللہ مجھے میرے نفس پر مت چھوڑ، مجھے لمحہ بھر کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے مت کر۔ کیونکہ آپ کو ڈر لگا رہتا تھا کہ نیکی کا غرور نہ پیدا ہو جائے۔

دنیا سے روانگی کی یاد

تربیت نفس کا ایک اہم ترین اصول یہ ہے کہ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے کہ دنیا چھوڑ کر ایک دن جانا ہے، یہاں کی زندگی چند روزہ ہے۔ اور صرف تنہائی کے لمحات میں ہی اس پر غور نہ کیا جائے بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر یہ بات ذہن میں تازہ رکھی جائے۔ تاکہ یہ بات پختہ عقیدہ کی طرح دل میں بیٹھ جائے اور اس سے اصلاح نفس کا خاطر خواہ فائدہ محسوس ہونے لگے۔ ایک بار ابو حازم ایک قصاب کے پاس گئے اور اس نے کہا: یہ گوشت لے لیجئے، یہ بہت فربہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بروقت میرے پاس ایک ہی درہم ہے۔ قصاب نے کہا دوسرے دن دے دیجئے گا۔ انھوں نے کہا دوسرے دن کیا پتہ میں زندہ رہوں یا نہ رہوں؟ (رواہ احمد)

موت ان کو ہر وقت یاد رہتی تھی۔ اس لئے انھوں نے قصاب کی مہلت قبول نہ کی کیونکہ موت تو کسی کو مہلت نہیں دیتی۔ (صفۃ الصفوۃ: ۳/۱۶۵)

نفس مطمئنہ کیسے ملتا ہے؟

"یا أیتها النفس المطمئنة" پر تبصرہ کرتے ہوئے حسن بصریؒ نے فرمایا: اللہ جب

چاہے اس کو اٹھا لے۔ وہ اللہ سے مطمئن اللہ اس سے مطمئن۔ وہ اللہ سے خوش، اللہ اس سے خوش، اس نے اس کی روح قبض کر کے اس کو جنت میں پہنچا دیا اور اپنے نیک بندوں میں اس کو شامل کر لیا۔ (شرح السنۃ للبغوی: ۲۶۲/۵)

نفس کا یہ اطمینان اللہ کی رضا کی بشارت کا نتیجہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ عبادہ بن صامت سے مروی ہے: جو اللہ کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے۔ (بخاری: ۳۰۸۸، الرقاق)

اور کبھی کبھی یہ اطمینان اس وجہ سے نفس کو حاصل ہوتا ہے کہ دنیا میں اوامر کی بجا آوری سے اسے طبعی مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اکثر تابعین کو دیکھا گیا کہ موت کے وقت ان کے چہروں پر بشاشت وطمانیت کا نور روشن تھا۔ مطرف بیان کرتے ہیں کہ موت کے وقت ہم ابو حازم کے پاس گئے۔ ہم نے پوچھا آپ کیسے ہیں؟ فرمایا بخیر ہوں۔ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ میرا گمان ہے کہ وہ میرے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔ جو شخص موت آنے سے پہلے اپنی آخرت کو آباد کر لیتا ہے وہ دنیا سے جاتا ہے تو آخرت اس کی ہوتی ہے اور وہ آخرت کا ہوتا ہے اور جو شخص دنیا کو دوسروں کے لئے آباد کر کے جاتا ہے آخرت کے لئے کچھ نہیں کرتی اس کو آخرت میں کیا ملے گا۔ (سیر اعلام النبلاء: ۸۹/۶)

☆☆☆

پشیمانی سے بچو

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔ (القرآن)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

علی نیشاف / ژیگا نیشاف ☆☆ سوویت یونین، روس

زندگی ایک خواب ہے، لیکن ایسا خواب جس کی حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ میں اپنی زندگی میں واقع ہونے والے تغیرات پر جب غور کرتا ہوں تو گمان گزرتا ہے کہ خواب دیکھ رہا ہوں، لیکن میرے حواس خمسہ میرے خواب کی تردید کرتے ہیں۔ میں بھی سوچتا ہوں کہ کھلی ہوئی آنکھوں سے خواب کیسے دیکھا جا سکتا ہے۔ جو کچھ گزر گیا، وہ ایک حقیقت تھی اور اب جو کچھ گزر رہا ہے، وہ بھی ایک حقیقت ہے۔ میرے والدین ملحد تھے۔ ملحدانہ ماحول میں میری پرورش ہوئی تھی، اس لئے میں کسی غیر مرئی یا غیبی طاقت سے واقف نہیں تھا، البتہ میرے والدین اور میرے اکثر دوست مجھ سے کہتے تھے کہ دنیا میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو کسی مافوق الفطرت ہستی کے وجود کو مانتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس دنیا کو اسی مافوق الفطرت ہستی نے بنایا ہے۔ میں جب اپنے والدین سے اس موضوع پر گفتگو کرتا تھا تو وہ کہتے تھے یہ سب خیالی باتیں ہیں۔ ان کی دلیل ہوتی تھی کہ جب انسان کے پاس علم نہیں تھا تو وہ توہمات سے اپنے خیال کی دنیا کو آباد رکھتا تھا، لیکن جب کارل مارکس نے دنیا کو معاشی ضرورتوں کا احساس دلایا، تو قدیم سرمایہ دارانہ نظام منہدم ہو گیا۔ کارل مارکس نے بتلایا کہ سرمایہ داروں نے ایک فرضی، فوق الفطرت ہستی کی تخلیق کر لی ہے۔ دنیا میں اس مافوق الفطرت ہستی کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اس نام کا سہارا لے کر سرمایہ دار غریبوں کا استحصال کرتے ہیں۔ پیداواری ذرائع پر سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ غریبوں کی مجبوری اور ان کی بے کسی کا سہارا لے کر سرمایہ دار خزانوں پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے تقدیر پرستی کی ایک تھیوری ایجاد کر لی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس مافوق الفطرت ہستی نے غریبوں کو فاقہ کشی دی ہے، یہ محض ایک فریب ہے اور فاقہ کشوں کی بے کسی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ کارل مارکس نے اپنے دوست اینگلز کی مدد سے فریب کا پردہ چاک کیا اور غریبوں اور فاقہ کشوں کے پیداواری ذرائع پر قابض سرمایہ دار موت کی نیند سو گئے۔ میں جس تعلیمی ادارے میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، وہاں الحاد کی تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا جاتا تھا۔

کمیونزم کی اسی مادر درسگاہ میں ہزاروں نوجوانوں کو اسٹالن کے فرمودات رٹائے جاتے تھے۔ ۲۵ سال کی زندگی پوری ہونے تک میں ایک مردِ آہن کمیونسٹ بن چکا تھا۔ زیگا نیشاف کے نام سے مجھے اچھی شہرت حاصل ہو چکی تھی۔ مجھے تقریر کرنے کے فن میں ماہر بنا دیا گیا تھا۔ میں دنیا کے مختلف ملکوں میں جا کر الحادی نقطۂ نظر سے گفتگو کرتا تھا۔

لیکن نہ جانے کیا بات تھی کہ میں بعض مرتبہ چونک جاتا تھا۔ از خود میری طبیعت میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ جب از خود میں نے وجود حاصل نہیں کیا تو پھر یہ کائنات از خود وجود میں کیسے آ گئی؟ مجھے محسوس ہونے لگا کہ روزی روٹی ہی میری زندگی میں سب کچھ نہیں ہے، بلکہ میرے جسم میں روح بھی موجود ہے۔ آخر یہ روح کیا ہے؟ میں کبھی کبھی خوش کیوں ہو جاتا ہوں اور افسردہ و غمگین کیوں ہوتا ہوں؟ آہستہ آہستہ مجھے کائنات کے راز ہائے سربستہ معلوم ہونے لگے۔ بڑے سے بڑے رہنما سے جب میں اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کرتا تو انھیں مکمل طور پر جہلِ مجسم پاتا۔ ایک دن اپنے والد سے جب میں اپنے خیالات کے تعلق سے گفتگو کر رہا تھا تو وہ مجھ سے سخت ناراض ہو گئے اور انھوں نے کہا کہ میں کسی مافوق الفطرت ہستی کے اثر میں آ گیا ہوں۔ انھوں نے اپنے اثرات سے کام لیتے ہوئے مجھے روس سے باہر بھیجنے کا ایک پروگرام بنوا دیا، ان کا خیال تھا کہ روس سے باہر جا کر جب مجھے مذہب پرستوں کو دیکھنے کا موقع ملے گا تو مجھے اندازہ ہو جائے گا کہ کمیونزم کس قدر دنیا کے لیے بہترین نظام ہے۔

بس یہی وہ زندگی کا موڑ تھا جس نے میری زندگی کو ایک عظیم انقلاب سے دوچار کر دیا۔ خفیہ انقلابیوں کو مدد دینے کے لیے ایک گروپ تشکیل دیا گیا، میں اس گروپ کا لیڈر تھا۔ شام اور مصر میں جو الحادی موجود تھے، ان سے ہمیں رابطہ قائم کرنا تھا، لیکن ان ممالک میں پہنچ کر مجھے ایسا لگا کہ میرے قیام کی اصل جگہ یہی ہے اور یہاں کے رہنے والے مسلمان زمین کی بہترین مخلوق ہیں۔ جب اذان کی آواز میرے کانوں میں آتی تھی تو مجھ پر وجدان کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ مسجدوں میں جب نمازیوں کو آتے جاتے دیکھتا تھا تو مجھے اپنے بارے میں سوچنا پڑتا تھا کہ میں کون ہوں اور میں یہ سب کچھ کیوں نہیں کر سکتا، جو مسلمان کرتے ہیں۔

میں کمیونزم سے مسلمانوں کو متعارف کرانے گیا تھا، لیکن مسلمانوں سے متعارف ہونے کے بعد میں اسلام کا گرویدہ ہو گیا۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ مساوات اسلام کے بنیادی عقیدوں کے مطابق ایک اہم خصوصیت ہے، تو میں حیرت زدہ رہ گیا۔ وجہ یہ تھی کہ اب تک میں یہ سمجھتا تھا کہ

اسلام سرمایہ دارانہ نظام کا حامی ہے، لیکن جب مجھ پر اسلام کی اس خوبی کا انکشاف ہوا تو میری دلچسپی اسلام میں بہت زیادہ ہو گئی اور میں نے طے کر لیا کہ اسلام کا مطالعہ کر کے میں حقیقتِ حال کا علم حاصل کروں گا۔ میں نے علماء سے رابطے قائم کیے اور ان سے گفتگو کر کے اسلام کے بارے میں گراں قدر معلومات حاصل کیں۔ میرا مطالعہ اسلام کے بارے میں جس قدر وسیع ہوتا جا رہا تھا، اس کے مطابق جذبات کا تلاطم میرے سینے میں موجزن ہوتا جاتا تھا۔ قاہرہ میں چند ماہ قیام کے دوران میں نے دنیا کی بہترین اسلامی تصانیف کا مطالعہ کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کارل مارکس اور اینگلز کی کوئی حیثیت نہیں ہے، بلکہ انسانوں کے مابین یکساں حقوق اور مساوات کا تصور اسلام کی دین ہے۔ اسلام کے آئینِ زندگی ہی سے دنیا کے دوسرے مفکرین نے نتائج اخذ کر کے فلسفے پیدا کر لیے ہیں۔ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ مارکس اور اینگلز مجھ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ دونوں کی داڑھیاں بہت بڑھی ہوئی ہیں، ان کی آنکھیں سرخ ہیں، بدحواسی ان کے چہروں سے نمایاں ہے، دونوں کے ہاتھوں پر کچھ لکھا ہوا ہے، لیکن زبان ایسی ہے جس کو پڑھنے سے میں قاصر ہوں، میرے پوچھنے پر دونوں نے اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ ان کے ہاتھوں پر فرشتوں نے گمراہ لکھ دیا ہے۔ دونوں کا کہنا تھا کہ انھوں نے اسلامی مساوات کو اپنے فلسفے کی بنیاد بنایا اور خدا بےزاری پیدا کر کے انسانی نسل کو گمراہ کیا، اس لیے وہ شیطانی دنیا کے پاس بنا دیے گئے ہیں۔ انھوں نے مجھے انجامِ بد سے بچنے کے لیے اسلام قبول کرنے کے لیے کہا۔

واقعات تو بہت طویل ہیں، لیکن میں نے اپنے ماضی کو نظر انداز کرتے ہوئے اسلام قبول کرنا طے کر لیا۔ مجھے اس حقیقت کا ادراک تھا کہ اسلام قبول کرنے کی صورت میں مجھے بے انتہا مشکلات اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا، الحاد کے طرف دار مجھے موت کی نیند سلا سکتے تھے، لیکن اسلام جس کے دل میں جگہ بنا لیتا ہے اس کے لیے وہ جان سے بھی زیادہ عزیز ہو جاتا ہے، چنانچہ میں نے قاہرہ میں مسلمانوں کے درمیان اسلام قبول کر لیا۔ میں زیگا نیشاف سے علی نیشاف بن گیا یعنی اسلام قبول کرنے کے ساتھ میں نے اپنی روسی شناخت کو قائم رکھا تاکہ میں روس میں داخل ہو سکوں، لیکن جلاوطنی میری تقدیر کا حصہ ہے۔

یہ کس قدر عجیب و غریب بات ہے کہ میں مسلمانوں میں الحادی خیالات کو فروغ دینے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ مجھے یہ زعم بھی تھا کہ میں روشن دماغی سے کام لیتے ہوئے نوجوانوں کو کمیونزم کے رنگ میں رنگ دوں گا، لیکن مسلمانوں کے درمیان جا کر میں اسلام کے نور سے شرابور ہو گیا اور

آج الحمدللہ میں مسلمان ہوں۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی عار نہیں ہے کہ عالم اسلام کے علمی حلقوں سے میرے رابطے بہت اچھے ہیں۔ کیمونزم کے خلاف میں نے قلمی جہاد شروع کر دیا ہے، مجھے اس بات سے بہت زیادہ مسرت ہے کہ میں نے کیمونزم کے تعلق سے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اس سے کیمونسٹ حلقے اور الحادی خیالات کے مافیا پسپا ہو چکے ہیں، میری دلیلوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

اسلام کی برتری اسی میں ہے کہ وہ محض روٹی کپڑا اور مکان کی بات ہی نہیں کرتا، بلکہ اسلام کے نزدیک یہ زندگی کی بے حد سطحی ضروریات ہیں۔ اس سے بڑی ضرورت کردار سازی کی ہے۔ اسلام سب سے زیادہ کردار سازی پر زور دیتا ہے۔ اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جو اخلاقی اقدار پر زور دیتا ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں واضح احکامات اسلام نے صادر نہ کیے ہوں، عدل و مساوات کی جو نظیر اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے، وہ چمکتے ہوئے سورج کی طرح ہے۔ الحاد کے علم برداروں کے پاس نہ علم کا کوئی تصور ہے اور نہ ان کی کتابوں میں اخلاقیات کی کوئی گنجائش ہے۔

کیمونزم یا الحادی حامیوں نے انسانی نسلوں کو بھی چوپایوں کی نسل سمجھ لیا ہے۔ انسانی حقوق کے تحفظ کا جو چارٹ الحادیوں نے مرتب کیا ہے، وہ اصل میں انسانی حقوق کی پامالی ہے، جہاں خواتین کی نسوانیت سے ہی انکار کر دیا گیا ہے۔ الحادی معاشرے میں مرد جس طرح چاہیں خواتین کا استعمال کر سکتے ہیں، حلال و حرام کا کوئی تصور الحادیوں میں موجود نہیں ہے، جبکہ اسلام ہر قدم پر دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔ اگر اسلام نہ آتا تو دنیا ایک گہرے اندھیرے غار کی طرح ہوتی۔ میں نے اپنی کتاب "اسلام بہ مقابلہ مذاہب عالم" میں واضح کیا ہے کہ فرضی مذاہب دیرپا نہیں ہو سکتے۔ ڈنڈے یا اندھے عقیدوں کی بنیاد پر کچھ نسلوں کو وہ متاثر تو کر سکتے ہیں لیکن ابدالآباد تک وہ اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتے، لیکن اسلام قیامت تک کے لئے ہے۔ کرۂ ارض پر بسنے والی نسلوں کو وہ ایک نظام عطا کرتا ہے۔ زمان و مکان کی قیود سے یہ بالاتر ہے، جب کہ الحادی نظام نے اپنی ناکامی کا اعلان کر دیا ہے۔

بہر حال آج میں پختہ عقیدے کا مسلمان ہوں۔ اگر میری جان کے دشمن مجھ سے سوال کریں گے کہ میں اپنا ایمان بچانے کے لئے جان عزیز رکھتا ہوں یا موت، تو میرا جواب ہے کہ میں موت کو بہ خوشی گلے لگالوں گا، لیکن اپنا ایمان جانے نہیں دوں گا۔ (ان شاءاللہ)

اسلام میں عورتوں کے دستوری حقوق

ذکی الرحمٰن غازی☆

تمہید

کمیت و کیفیت کے اعتبار سے عورت انسانیت کا نصف حصہ ہے۔ آنے والی نسلوں اور قوموں کے درخشاں مستقبل کی پرورش و پرداخت اسی کے آنچل اور گود کی مرہون منت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ملکی و اجتماعی تعمیر و ترقی میں بھی اس کے مثبت رول سے انکار ناممکن ہے۔ عورت کی ان حیثیتوں کی رعایت و حفاظت کا جس قدر اہتمام اسلامی شریعت یا اسلامی نظام نے روا رکھا ہے وہ تہذیب و ادیان کی تاریخ میں بے مثال ہے۔ اور اب تو اس موضوع پر اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ علمی، عقلی اور تاریخی اعتبار سے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مسئلہ کا ایک افسوسناک پہلو اور بھی ہے، وہ یہ کہ مسلم خواتین میں اپنے شرعی و دستوری حقوق سے لاعلمی کی صورتحال انتہائی حد تک سنگین ہے۔ ضرورت اس بات کی محسوس ہوتی ہے کہ مسلم خواتین کو ان کے شرعی و دستوری حقوق سے روشناس کرایا جائے اور شریعت اسلامیہ نے ان کے ساتھ جو عدل و رحمت اور مساوات کا معاملہ فرمایا ہے اس کو اجاگر کیا جائے۔

عورت اپنے دستوری حقوق میں مرد کے ہم پلہ و مساوی ہے۔ کچھ شرعی اختلاف (جو مبنی بر فطرت و حکمت ہیں) کے علاوہ دونوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔ وہ مدعی و مدعیٰ علیہ، بائع و مشتری، راہن و مرتہن، اوقاف کی ذمہ دار، ورثہ کی ولی اور یتیموں کی وصی و سرپرست وغیرہ بننے کا کامل اختیار رکھتی ہے۔

ہندوستانی معاشرہ میں جہاں شرعی عدالتوں کے قیام اور ان سے استفتاء و استفادہ کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے، مسلم خواتین کے لیے ایک گائیڈ بک کی ضرورت ہے جس کی روشنی

☆ اسلامی یونیورسٹی، مدینہ منورہ

میں وہ اپنے شرعی حقوق سے واقف ہوں اور نقضِ حقوق کی صورت میں اپنے مقدمات کی پیروی اور مرافعہ کا صحیح اسلامی طریقہ جان سکیں۔ زیرِ نظر مضمون اسی سلسلہ کی ایک کوشش ہے۔ اللھم وفقنا لما تحبه وترضاه۔

فصل اول:

اسلامی شریعت میں عورت کی حفاظت اور اس کے حقوق کی پاسداری

اسلام سے پہلے عہدِ جاہلیت میں عورت کو ناقص الخلقت خیال کیا جاتا تھا۔ وہ تمام حقوق اور رعایتوں سے محروم، خالصتاً مرد کی ملکیت تھی، جس کو وہ جیسے چاہے استعمال کرتا اور اس کے مرنے کے بعد وہ عام جائداد و سامانِ زیست کی طرح دوسرے ورثہ کی ملکیت میں آجاتی تھی۔ عورت کا عورت ہونا ہی ایک ناقابلِ معافی جرم تھا جس کے لیے بسا اوقات اس کو بے خطا زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔

معلوم تاریخ میں پہلی بار اسلام نے عورت کو مکرم و باعزت قرار دیا اور اس کے حقوق بیان کر کے ان کو شرعی و دستوری حیثیت بخشی۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر متعدد احکام و مسائل میں اس کو مرد پر فوقیت دی۔ قرآن و حدیث میں بے شمار مقامات پر عورت کی پرورش و نگہداشت کی فضیلت، اس کے حقوق کی پاسداری، شرعی تکالیف اور ثواب و جزا میں مرد سے اس کی مساوات کا تذکرہ اور ہدایات موجود ہیں۔ ارشادِ باری ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ (النحل ۹۷)۔ ”جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن ہو، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔“ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: عورتوں کے ساتھ خیر کا معاملہ کرو: ”استوصوا بالنساء خيراً“۔ [متفق علیہ]۔

اس طرح سے اسلام نے عورت کی تکریم کرتے ہوئے بزمِ حیات میں اس کا درجہ بلند کیا اس کی فطری خواہشوں اور تقاضوں کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے حقوق و واجبات کا تعین کیا۔ نیز اس کو اس بات کا بھی مکمل اختیار دیا کہ وہ اپنے حقوق کی پامالی پر احتجاج و مرافعہ کر سکے اور اسلامی عدالتیں یا شرعی دار القضاء اس کے پابند قرار دیے گئے ہیں کہ بلا کسی تفریق و امتیاز کے اس کے مسائل کا شرعی حل بیان کریں۔ اسلام میں عورت کی حفاظت اور اس کے حقوق کی پاسداری کے لیے جو عظیم الشان اقدامات کیے گئے ہیں ان میں سے چند کا مختصر تذکرہ یہاں بے محل نہ ہوگا۔

(۱) نفقہ کا وجوب:

عورت کے حقوق میں سرِ فہرست شوہر پر نفقہ (خرچہ) کا حق ہے، اور یہ حق اس صورت میں بھی باقی رہتا ہے جبکہ بیوی شوہر سے زیادہ مالدار ہو۔ ارشادِ باری ہے: ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ﴾ (الطلاق ۷) ”خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے اور جسکو رزق کم دیا گیا ہو وہ اسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے“

لہٰذا اگر عورت حصارِ زوجیت میں ہو اور حقوقِ زوجیت ادا کر رہی ہو تو شوہر پر ہر حال میں اس کے جائز اخراجات کا اٹھانا لازم ہے۔ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: تمام اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بالغ شوہر پر بیوی کا نفقہ اٹھانا واجب ہے، یہی قول ابن المنذر وغیرہ کا ہے۔ (المغنی ج ۹۔ ص ۲۳) علامہ ابن حجرؒ نے بھی اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے (فتح الباری ج ۹۔ ص ۶۲۵)۔ اسی طرح جمہور علماء (مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) کے نزدیک اگر شوہر بیوی کے نفقہ میں کوتاہی یا تنگ دستی کا مظاہرہ کرے تو بیوی کو فسخِ نکاح کے مطالبے کا شرعی حق حاصل ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں: اگر شوہر مکمل یا تھوڑا نفقہ بھی نہ اٹھا سکے تو بیوی کو نکاح کے فسخ و عدمِ فسخ کا اختیار رہتا ہے، البتہ عدمِ فسخ کی صورت میں بیوی کا نفقہ شوہر پر قرض مانا جائے گا جس کو ادا کرنا واجب ہوگا۔ اور جس شوہر کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مطلق نفقہ اٹھانے کے قابل نہیں رہا ہے تو اس کی بیوی کو بغیر کسی مہلت اور انتظار کے فسخِ نکاح کے مطالبے کا حق ہوگا۔ (المغنی ج ۹۔ ص ۲۶۳)۔

(۲) ظلم و ایذارسانی کی ممانعت:

قرآن و سنت میں بکثرت ایسی نصوص موجود ہیں جو عورت کی مادی و معنوی ایذارسانی کو ناجائز و ممنوع قرار دیتی ہیں۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے: اللہ کی بندیوں کو مت مارو۔ ”لا تضربوا اماء الله“ (ابوداؤد صحیح الالبانی)۔ حضرت ام کلثوم بنت ابوبکرؓ روایت کرتی ہیں: لوگوں کو عورتوں پر ہاتھ اٹھانے سے روک دیا گیا، لوگوں نے آپ ﷺ سے عورتوں کی شکایت کی تو آپ ﷺ خیر جانب دار ہو گئے، پھر فرمایا: تمہارے بہترین افراد ایسا نہ کریں گے۔ ”كان الرجال نهوا عن ضرب النساء، ثم شكوهن الى رسول الله ﷺ فخلى بينهم وبين ضربهن، ثم قال: ولن يضرب خياركم“۔ (سنن بیہقی)۔ بہت سے لوگ قرآن کریم کی آیت: ﴿وَاللاَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَيْهِنَّ سَبِيلاً إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيّاً كَبِيراً﴾ (النساء ۳۴) سے عورتوں کو زدوکوب کرنے کی کھلی

اجازت مراد لیتے ہیں، حالانکہ یہ صراحتاً غلط ہے۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو، پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو اور یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے" اس آیت میں نافرمان اور سرکش (ناشزۃ) عورتیں مراد ہیں یعنی وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کے حقوق زوجیت کی ادائیگی میں کوتاہی کی مرتکب ہو رہی ہوں۔ اور پھر رب کریم نے ان کی اصلاح کا جو طریقہ بیان کیا ہے اس میں طاقت کا استعمال بالکل آخری علاج کے طور پر ذکر کیا ہے۔ مزید برآں یہاں مارنے کی مطلق اجازت بھی نہیں، بلکہ شریعت نے ضرب کے کچھ حدود مقرر کئے ہیں مثلاً: اس کے سودمند ہونے کا یقین یا گمان غالب ہو، ضرب ایسی ہو کہ اس کا اثر جسم پر باقی نہ رہے، چہرہ یا جسم کی حساس جگہوں سے اجتناب کیا جائے وغیرہ۔

حضرت ابن عباسؓ نے ضرب غیر مبرح کی تشریح مسواک یا اس جیسی چیز کی مارے کی ہے۔ یہ بات بخوبی ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ اس قسم کی ضرب کا استعمال کوئی قابل تعریف اور مستحب عمل نہیں، بلکہ صرف مباح ہے۔ کیونکہ ہمارے سامنے خیر البشر ﷺ کا عملی نمونہ اور زبانی ہدایتیں ہیں جو اس کے خلاف گواہی دیتی ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد پیچھے گزر چکا ہے جس میں آپ ﷺ نے بہترین اہل ایمان سے اس طرح کے عمل کا صدور مستبعد بتایا ہے، اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ یہ تھا کہ آپ ﷺ نے تاحیات کبھی ازواج مطہراتؓ پر ہاتھ نہیں اٹھایا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے کبھی کسی عورت یا خادم کو نہیں مارا، البتہ اللہ کی راہ میں آپ ﷺ جہاد کرتے تھے۔ "ما ضرب رسول اللہ ﷺ قط بیدہ امراۃ ولا خادماً الا أن یجاھد فی سبیل اللہ"۔ (صحیح مسلم)۔

(۳) حسنِ معاشرت کی تاکید:

ام المومنین حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل خانہ کے لیے ایسا ہی ہوں۔ "خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی"۔ (الجامع الصغیر مع صحیح البانی)۔ حضرت عمرو بن الاحوصؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں: خبردار! عورتوں کے ساتھ خیر کا معاملہ کرو، یہ عورتیں تمہارے پاس امانتاً دیے ہوئے قیدیوں کی طرح ہیں، علاوہ ازیں تمہاری ان پر کوئی ملکیت نہیں۔ البتہ اگر وہ کھلی برائی کا ارتکاب کریں تب تم اپنے بستر ان سے الگ کر لو، اور ان کو ایسا مارو جو شدید نہ ہو، لیکن اگر ان کا رویہ اطاعت گزاری کا ہو تو ان پر راہیں نہ تلاش کرو۔ "الا استوصوا بالنساء

خیراً، فانما ھن عوان عندکم لیس تملکون منھن شیئاً غیر ذالک، الا أن یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضرباً غیر مبرح، فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً" (مسند احمدؒ، سنن ابن ماجہ)

اس سلسلے کی ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے: اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: کامل ایمان ان کا ہے جن کے اخلاق بہترین ہوں، اور تم میں افضل وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ خوش اخلاق ہو۔ "أکمل المؤمنین ایماناً أحسنھم خلقاً، وخیارکم لنسائھم خلقاً"۔ (سنن ابن ماجہ مع صحیح البانی) ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زوجین کا ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی، نرم خوئی اور تحمل و بردباری سے پیش آنا مسنون ہے۔ اس کے علاوہ مختلف قرآنی آیات میں بھی اس بات کی تلقین کی گئی ہے، ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ﴾ (النساء:۳۶)۔ "ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں، اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی سے احسان کا معاملہ رکھو۔" متعدد مفسرین نے آیت میں مذکور "صاحب بالجنب" سے مراد زوجین کو لیا ہے۔ مزید ارشاد باری ہے: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء:۱۹)" ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔" اس آیت میں صراحت کے ساتھ عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات و احادیث کے مطالعے سے صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام نے کس درجہ عورت کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے حتیٰ کہ اس کو کمالِ ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ اسلامی شریعت میں عورت کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ شوہر کی بدسلوکی و بداخلاقی پر نہ صرف احتجاج کر سکتی بلکہ اگر ضرورت محسوس ہو تو اس سلسلے میں دارالقضاء کا دروازہ بھی کھٹکھٹا سکتی ہے۔

(۴) مالی تصرفات اور مادی حقوق کی تنفیذ:

عورت کو اپنی ملکیت میں جملہ جائز تصرفات کا حق حاصل ہے۔ خرید و فروخت، تجارت، ہبہ، وقف، وصیت، قرض کا لین دین وغیرہ تصرفات میں وہ خود کفیل ہے اور شوہر، باپ، بھائی وغیرہ کی رضامندی کی محتاج نہیں۔ بے شمار شرعی نصوص میں اس کی وضاحت ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ﴾ (المائدہ:۵)" بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح

میں ان کے محافظ بنو" یعنی مہر کی پوری ملکیت کا حق عورت کو حاصل ہے۔ عہد جاہلیت میں ہوتا یہ تھا کہ عورت کی مہر کو اس کے ولی کا حق خیال کیا جاتا تھا، جیسا کہ ہمارے زمانے میں خدا کے خوف سے عاری شوہر حضرات اس کو اپنے ذمہ واجب الاداء نہیں سمجھتے ہیں۔ اسلامی شریعت نے مہر کو صرف اور صرف بیوی کا حق بتایا ہے جو شوہر کے ذمہ ادا کرنا واجب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ مہر کو عورت کا حق قرار دیا ہے۔ مشہور مفسر حضرت عبدالرحمٰن سعدیؒ لکھتے ہیں: آیت میں اُجور (مہر) کی اضافت صاف صاف عورتوں کی طرف کی گئی ہے جس کا سیدھا مطلب ہے کہ عورت مکمل مہر کی مالک ہوتی ہے، کسی اور کے لیے خواہ وہ شوہر ہو یا ولی، اس کی اجازت و رضامندی کے بغیر مہر کا تھوڑا حصہ لینا بھی حرام ہے۔ (تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ص ۲۲۲)

آیت میراث میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ (النساء ۱۲) "جبکہ وصیت جو انہوں نے کی ہو پوری کردی جائے اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے" اس آیت کریمہ میں بھی اس بات کی ضمناً تصریح کردی گئی ہے کہ عورت کو وصیت و قرض جیسے مالی تصرفات کی مکمل آزادی ہے اور ان تصرفات میں وہ مرد کے مساوی ہے۔ حضرت بریرہؓ کے قصے میں بھی آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو خریدنے اور آزاد کرنے کا اختیار دیا تھا۔ "اشتری و اعتقی فان الولاء لمن اعتق" (متفق علیہ) علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: عاقل و بالغ عورت بذات خود خرید و فروخت وغیرہ کرسکتی ہے، اس میں شادی شدہ و غیر شادی شدہ کی کوئی قید نہیں نیز شوہر یا ولی کی اجازت کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۱)۔

یہاں ایک اہم بات کی وضاحت بھی از حد ضروری ہے، عموماً عورتیں اپنے شوہر یا اولیاء حضرات کے ساتھ مل کر تجارت، گھر کی تعمیر یا کسی قرابت دار کو قرض دینے میں اپنا مال لگا دیتی ہیں۔ یہ کوئی برا بھی نہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ایسی کسی مالی مشارکت میں گواہوں اور توثیقی دستاویزات کی تیاری کو اکثر حالات نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو سراسر غلط ہے۔ بلکہ بسا اوقات عورت کی جانب سے ایسی کسی تجویز یا دہانی کو زر پرستی، کم ظرفی اور بے وفائی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کتابت نہ کرنا دین کے شرعی حکم کی کھلی مخالفت ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾ (البقرہ ۲۸۲) "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو" اس حکم شرعی کی مخالفت کا بڑا نقصان عورتوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔ عام طور پر ازدواجی تعلقات میں ذرا کشیدگی پیدا ہوتے ہی اس قسم کی کسی بھی مالی مشارکت کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ مسئلہ کی یہ صورتحال خطرناک حد تک ہمارے معاشرہ میں موجود ہے اس لیے اس پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

(۵) متعدد مسائل میں رجال پر تفوق:

اسلامی شریعت نے بہت سارے مسائل میں عورت کی رائے اور اس کی گواہی کو قول فیصل کا درجہ دیا ہے۔ یہ کھلی دلیل اس بات کی ہے کہ اسلام نے عورت کی فطرت، اس کے تشخص اور طبعی حقوق کی حفاظت کا جو اہتمام کیا ہے وہ اس لیے ہے کہ اسلام بذات خود دین فطرت ہے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں، یہاں صرف دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

☆ صلہ رحمی میں باپ پر ماں کی فضیلت:

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں: ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر سوال کیا: کون سب سے زیادہ میری صحبت اور خدمت کا مستحق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پھر پوچھا: پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا باپ۔ "جاء رجل الی رسول اللہ ﷺ فقال: من أحق الناس بحسن صحبتی؟ قال: أمک، قال: ثم من؟ قال: ثم أمک، قال: ثم من؟ قال: ثم أمک، قال: ثم من؟ قال: ثم ابوک" (متفق علیہ)

☆ میراث میں مرد پر فضیلت:

اسلام میں احکام میراث کا سرسری مطالعہ واضح کر دیتا ہے کہ متعدد حالتوں میں عورت کا حصہ مرد کے مقابلے زیادہ بنتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی نسبت عورت کے حصوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ شریعت میں میراث کی تقسیم دو طرح سے ہوتی ہے:

(الف) میراث بالفروض یعنی قرآن و سنت کے متعین کردہ حصوں کے مطابق تقسیم۔ ترتیب میں بھی پہلے یہی ہے۔

(ب) میراث بالتعصیب یعنی فروض والوں کے بعد رشتہ داروں میں میراث کی تقسیم۔ مسائل کے استقراء و تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب فروض میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے زیادہ ہے۔ اور کئی حالتوں میں مرد اصحاب تعصیب کے مقابلے فروض میں وہ بڑے حصہ کی حقدار قرار پاتی ہیں۔ (جاری.........)

تفہیم القرآن — ایک مطالعہ

مولانا محمد اسماعیل فلاحی ☆

اس مضمون کو لکھنے کی تقریب یوں ہوئی کہ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب استاذ حدیث و فقہ جامعۃ الفلاح نے چند روز قبل ایک سیمینار کے لئے اس عنوان پر مجھ سے مقالہ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ وقت کم تھا، لیکن اتنا کم، مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ میں نے ذہن میں ایک خاکہ بنالیا تھا، پھر ہوا یہ کہ سیمینار کے منتظمین کو اس عنوان پر کہیں سے کوئی مقالہ دستیاب ہوگیا جسے انھوں نے سیمینار کے مقالوں میں شامل اشاعت کرلیا۔ اسے حسن اتفاق کہئے یا سوئے اتفاق کہ ابھی دنوں جاڑے کی شدت کی وجہ سے جامعہ میں چند روز کی چھٹی ہوگئی اور مقالہ پورا کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔

تفہیم القرآن کو ایک طرف سے بالاستیعاب پڑھنے کا کبھی موقع نہیں ملا، البتہ عربی اور اردو کی دوسری تفاسیر کی طرح اسے جگہ جگہ سے موقع بہ موقع مطالعہ قرآن کے دوران دیکھا ہے۔ یہ جائزہ اسی بنیاد پر ہے اور جو کچھ ذہن میں تھا اسے صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیا ہے۔

اس کتاب کے عظیم مصنف سے بھلے ہی بعض جزئی مسائل میں لوگوں کو اختلاف رہا ہو، لیکن دوست اور دشمن سب اس بات کے معترف ہیں کہ اس عظیم شخصیت اور اس کی اس تالیف نے دنیائے انسانیت کے ایک خاصے حصے کو متاثر کیا ہے۔ نہ صرف جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو بلکہ مدارس عربیہ کے فارغین کے ذہنوں کو بھی کھولا اور وسعت فکر و نظر سے روشناس کیا ہے۔ مغرب اور مغربی تہذیب سے مرعوب اور مستشرقین کی دسیسہ کاریوں کے شکار لوگوں کی مرعوبیت کو نہ صرف ختم کیا اور اعداء کے مکر و فریب کا پردہ چاک کیا ہے بلکہ انھیں اقدامی اور جنگی پوزیشن میں لا کھڑا کیا ہے۔ وہ کتاب الٰہی جو صرف علماء کے ہاتھوں میں تھی اور جسے عوام محض تبرک اور ثواب کے لئے پڑھا کرتے تھے اور انھیں فرمان الٰہی ”ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر“ (ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے نہایت سہل، موزوں اور مناسب بنایا ہے، تو ہے کوئی نصیحت حاصل

☆ استاذ تفسیر جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ

کرنے والا؟“ کے برعکس ایک مدت سے یہی سبق سکھایا گیا تھا اور آج بھی سکھایا جارہا ہے کہ اس کتاب کو سمجھنا علماء کے بس کی بات ہے۔ عوام کے لئے صرف تلاوت کرلینا کافی ہے اور تلاوت نام رہ گیا ہے بے سمجھے بوجھے الفاظ قرآنی دہرا لینے کا۔ اس عظیم شخصیت نے سادہ اور سہل ممتنع زبان میں اس تفسیر کی تالیف کر کے اسے عوام کے ہاتھوں میں پہنچا دیا اور انھیں اس قابل بنادیا کہ اس کتاب کے مدعا اور مفہوم کو سمجھ سکیں۔

کوئی بھی تفسیر ہو بہر کیف وہ تفسیر ہے، کوئی الہامی کتاب نہیں۔ اس کے مباحث سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور کیا جاتا ہے۔ دنیا کے جدید و قدیم ہر مفسر اور اس کی تفسیر کی طرح اس تفسیر کے مباحث سے بھی اختلاف و اتفاق ممکن ہے۔ تفسیر کی جس کتاب کو بھی اٹھائیے جہاں اس میں آپ کو کام کی باتیں بلکہ لعل و گہر ملیں گے وہیں ایسی چیزیں بھی نظر آئیں گی جو آپ کی عقل اور آپ کے علم کتاب و سنت کی رو سے آپ کے ذہن کے چوکھٹے میں فٹ نہیں ہوں گی۔ ممکن ہے وہ باتیں ہی غلط ہوں، ممکن ہے آپ کے ذہن و فکر کا چوکھٹا ہی درست نہ ہو، لیکن انسان اس معاملہ میں مجبور ہے۔ وہ بہر کیف اپنے مبلغ علم و فکر اور اپنی عقل ہی سے فیصلہ کرسکتا ہے۔ فیصلہ صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔

اس تفسیر سے متعلق یہ غلط فہمی بھی ہے کہ یہ تفسیر بالرائے ہے اور تفسیر بالرائے صحیح تفسیر نہیں ہوتی۔ حالانکہ اہل علم اس بات سے واقف ہیں کہ تفسیر بالرائے کی دو قسمیں ہیں: ایک جائز اور محمود و پسندیدہ، دوسری ناجائز اور مذموم۔ پورے قرآن و سنت کی روشنی میں، عربی زبان و ادب اور اس کے اسالیب کی مدد سے، تدبر اور غور و فکر کر کے رائے اور اجتہاد سے مفسر استنباط کرتا اور تفسیر کرتا ہے، جس سے اس کا مقصد پہلے سے طے کیے ہوئے اپنے کسی نظریہ کی تائید حاصل کرنا نہیں ہوتا تو اس کا یہ عمل پسندیدہ ہے۔ اگر یہ عمل ناپسندیدہ قرار دیا جائے اور تفسیر ماثور ہی پر اصرار کیا جائے تو پھر شریعت کے بہت سارے احکام ہی کالعدم ہوجائیں گے۔ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ نہ تو نبی ﷺ سے ساری آیتوں کی تفسیر منقول ہے اور نہ صحابہ کرام سے۔ غور و فکر اور اجتہاد کے بغیر چارہ نہیں۔ مجتہد نے اگر اپنے بس بھر کوشش کرڈالی اور اس کا مقصد حق و صواب تک پہنچنا ہے تو اللہ کے نزدیک وہ اجر و ثواب کا مستحق ہے، اگرچہ اس سے اجتہاد میں غلطی ہوجائے۔

قرآن بار بار غور و فکر اور تدبر پر ابھارتا ہے اور اہل علم کا کام قرآن و سنت کی روشنی میں مسائل کا استنباط بتاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا (محمد-۲۴) تو کیا یہ لوگ قرآن پر

تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے چڑھے ہوئے ہیں؟

كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا اياته وليتذكر اولو الألباب (ص-۲۹) یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور عقل رکھنے والے نصیحت حاصل کریں۔

نیز صراحت کرتا ہے کہ یہ بلسانٍ عربي مبين (واضح عربی زبان میں اترا ہے تاکہ اہل زبان اسے سمجھ سکیں) ہے اور انا انزلناه قرآنا عربياً لعلكم تعقلون (ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر اتارا ہے تاکہ تم سمجھو۔)

جگہ جگہ لعلكم تعقلون تاکہ تم سمجھو، لعلكم تتفكرون تاکہ تم غور و فکر کرو جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اس طرح وہ قرآن پر تدبر کرنے اور اس کی آیات سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جو لوگ اس وصف سے عاری ہیں انھیں انعام سے تشبیہ دیتا ہے۔ وہ اہل علم اور ارباب دانش و بینش کی ذمہ داری بتاتا ہے کہ اسی تدبر کے ذریعہ استنباط مسائل کریں۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ قرآن زندہ زبان میں نازل ہوا ہے۔ مرور ایام کے ساتھ یہ زبان مردہ نہیں ہوئی ہے۔ قرآن اسے پکڑ کر بیٹھ گیا ہے۔ زبان میں اضافہ تو ہو رہا ہے لیکن زمانہ نزول قرآن کی زبان بالکل محفوظ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ماثور تفاسیر میں بھی زبان و بیان اور اسالیب کلام کی روشنی میں تفسیر ملتی ہے۔ ابن جریر اٹھائیے، ابن کثیر اٹھائیے، یہ تفسیر ماثور کی نامعد تفسیریں ہیں، لیکن کوئی بھی تفسیر رائے اور اجتہاد کے ذریعہ کلام سے خالی نہیں ملے گی۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب ہم تفسیر پر آتے ہیں۔

سید مودودی کا تفسیر میں عام نہج

مصنف دیباچہ تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس کام میں میرے پیش نظر علماء اور محققین کی ضروریات نہیں ہیں اور نہ ان لوگوں کی ضروریات ہیں جو عربی زبان اور علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد قرآن مجید کا گہرا تحقیقی مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حضرات کی پیاس بجھانے کے لئے بہت کچھ سامان پہلے سے موجود ہے۔ میں جن لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں وہ اوسط درجہ کے تعلیم یافتہ لوگ ہیں جو عربی سے اچھی طرح

واقف نہیں ہیں اور علوم قرآن کے وسیع ذخیرے سے استفادہ کرنا جن کے لئے ممکن نہیں ہے۔ انہی کی ضروریات کو میں نے پیش نظر رکھا ہے۔ اس وجہ سے بہت سے ان تفسیری مباحث کو میں نے سرے سے ہاتھ ہی نہیں لگایا جو علم تفسیر میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں مگر اس طبقے کے لئے غیر ضروری ہیں۔ پھر جو مقصد میں نے اس کام میں اپنے سامنے رکھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک عام ناظر اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قرآن کا مفہوم و مدعا بالکل صاف صاف سمجھتا چلا جائے اور اس سے وہی اثر قبول کرے جو قرآن اس پر ڈالنا چاہتا ہے۔ نیز دوران مطالعہ میں جہاں جہاں اسے الجھنیں پیش آسکتی ہوں وہ صاف کر دی جائیں اور جہاں کچھ سوالات اس کے ذہن میں پیدا ہوں ان کا جواب اسے بروقت مل جائے۔....''

آگے وہ لکھتے ہیں:

''میں نے اس کتاب میں ترجمہ کا طریقہ چھوڑ کر آزاد ترجمانی کا طریقہ اختیار کیا ہے...... اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جہاں تک ترجمۂ قرآن کا تعلق ہے، یہ خدمت اس سے پہلے متعدد بزرگ بہترین طریقہ پر انجام دے چکے ہیں لیکن کچھ ضرورتیں ایسی ہیں جو لفظی ترجمہ سے پوری نہیں ہوتیں اور نہیں ہو سکتیں، انہی کو میں نے ترجمانی کے ذریعہ سے پورا کرنے کی کوشش کی ہے...... میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اردو کا جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت کو پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے، اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں...''

''پھر چونکہ قرآن کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ارشادات کا پس منظر بھی آدمی کے سامنے ہو اور یہ چیز ترجمانی میں پوری طرح نمایاں نہیں کی جا سکتی تھی، اس لئے میں نے ہر سورہ کے آغاز میں ایک دیباچہ لکھ دیا ہے جس میں اپنی حد تک پوری تحقیق کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ سورہ کس زمانے میں نازل ہوئی، اس وقت کیا حالات تھے، اسلام کی تحریک کس مرحلے میں تھی، کیا اس کی ضروریات تھیں اور کیا مسائل اس وقت درپیش تھے، نیز جہاں کہیں کسی خاص آیت یا مجموعہ آیات کی کوئی الگ شان نزول ہے وہاں میں

نے اسے حاشیہ میں بیان کردیا ہے۔''

چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل اس تفسیر کے سرسری مطالعہ سے بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ قرآنی آیات، احادیث رسول اور اقوال صحابہ و تابعین کی روشنی میں تفسیر کرتے ہیں اور سیاق کلام اور نظم کی مدد سے ایک مفہوم متعین کرتے ہیں۔ بسا اوقات مختلف اقوال میں تطبیق بھی دیتے جاتے ہیں۔ نیز آیات سے اگر فقہی احکام مستنبط ہو رہے ہوں تو اس پر تفصیل سے گفتگو کرتے اور صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہ کے مسلک کا حوالہ دیتے اور کسی کے حق میں اپنا رجحان ظاہر کرتے ہیں۔ شروع کی سورتوں میں تفسیری حواشی کم ہیں لیکن جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے ہیں مطالب کی تفصیل میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

سورہ ماعون میں یدع الیتیم کی تشریح میں قاضی ابوالحسن الماوردی کی کتاب اعلام النبوۃ سے ابوجہل کے متعلق جو ایک یتیم بچے کا وصی تھا، ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ کس طرح سے وہ یتیم نبی ﷺ کے پاس آیا۔ آپ اس کا حق دلانے کے لئے ابوجہل کے پاس گئے۔ ابوجہل نے آپ کی بات مان کر اس بچے کو اس کا حق دے دیا۔ آگے اطعام المسکین اور طعام المسکین کا فرق واضح کرنے کے بعد سورہ ذاریات آیت ۱۹ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم کا حوالہ دیا ہے پھر لایحض کا مفہوم واضح کرتے ہوئے سورہ بلد و تواصوا بالمرحمۃ اور سورہ عصر وتواصوا بالحق کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس کے بعد فی صلاتھم ساھون اور عن صلاتھم ساھون کا فرق واضح کرکے منافقین کی نماز کے سلسلہ میں سورہ توبہ آیت ۵۴ ولا یاتون الصلوۃ الا وھم کسالیٰ ولا ینفقون الا وھم کارھون کے حوالہ کے ساتھ الذین ھم یراء ون پر نساء ۱۴۲ واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراء ون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا کا حوالہ دیتے ہیں اور اس سلسلہ میں بخاری، مسلم اور مسند احمد کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں۔ تلک صلاۃ المنافق تلک صلوۃ المنافق تلک صلوۃ المنافق، یجلس یرقب الشمس حتی اذا کانت بین قرنی الشیطان قام فنقر اربعا لا یذکر اللہ فیھا الا قلیلا. اس کے علاوہ بھی متعدد روایتیں نقل کرتے ہیں۔ آخر میں ویمنعون الماعون میں لفظ ماعون کی تشریح کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، سعید بن جبیرؒ، قتادہؒ، حسن بصریؒ، محمد حنفیہ، ضحاکؒ، ابن زیدؒ، عکرمہ، مجاہد، عطاء اور زہری کے نزدیک اس سے مراد زکوۃ ہے۔ ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، ابراہیم نخعیؒ، ابو مالکؒ اور بہت سے دوسرے حضرات کے نزدیک اس سے مراد عام ضرورت

کی اشیاء مثلاً ہنڈیا، ڈول، کلہاڑی، ترازو، نمک، پانی، آگ، چقماق (جس کی جانشین اب دیا سلائی ہے) وغیرہ ہیں اور بھی بہت سے دوسرے لوگوں کی آرا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ

''اصل بات یہ ہے کہ ماعون چھوٹی اور قلیل چیز کو کہتے ہیں جس میں لوگوں کے لئے کوئی منفعت یا فائدہ ہو، اس معنی کے لحاظ سے زکوۃ بھی ماعون ہے، کیونکہ وہ بہت مال میں سے تھوڑا سا مال ہے جو غریبوں کی مدد کے لئے دینا ہوتا ہے اور وہ دوسری عام ضرورت کی اشیاء بھی ماعون ہیں جن کا ذکر حضرت عبداللہ ابن مسعود اور ان کے ہم خیال حضرات نے کیا ہے۔ اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ ماعون کا اطلاق ان تمام چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ہوتا ہے جو عادتاً ہمسائے ایک دوسرے سے مانگتے رہتے ہیں۔ ان کا مانگنا کوئی ذلت کی بات نہیں ہوتا۔ کیونکہ غریب اور امیر سب ہی کو کسی نہ کسی وقت ان کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ البتہ ایسی چیزوں کو دینے سے بخل برتنا اخلاقاً ایک ذلیل حرکت سمجھا جاتا ہے.....''

سورہ جمعہ میں جمعہ سے متعلق آیات کی تفسیر کے بعد حاشیہ (۱۸) میں لکھتے ہیں: ''مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب اربعہ میں قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور اسلام کے اصول عامہ سے جو احکام جمعہ مرتب کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ دے دیا جائے'' پھر اس کے بعد حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس سلسلہ کی جو تفصیلات ہیں، اس پر تقریباً ۷ صفحات سیاہ کرتے ہیں۔

اس طرز تفسیر کے مزید چند حوالے پیش خدمت ہیں۔ آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں: سورہ بقرہ آیت ۸۹ حاشیہ ۹۵، آیت ۱۴۳ حاشیہ ۱۴۶، آیت ۱۷۲ حاشیہ ۱۷۰، آیت ۱۸۵ حاشیہ ۱۸۶، آیت ۱۸۷ حاشیہ ۱۹۶، آیت ۱۸۸ حاشیہ ۱۹۷، آیت ۱۹۶ حاشیہ ۲۱۱، آیات ۲۲۲ تا ۲۳۷ حاشیہ ۲۴۳ تا ۲۶۰، آیت ۲۳۸ حاشیہ ۲۶۳، آیت ۲۵۸ حاشیہ ۲۹۲، آیت ۲۷۹ حاشیہ ۳۲۳۔

سورہ ہود آیت ۹۰ حاشیہ ۱۰۱

سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۶ حاشیہ ۵۱ و ۵۲، آیت ۷۱ حاشیہ ۴۷، آیت ۷۸ حاشیہ ۹۵، آیت ۸۰ حاشیہ ۱۰۰، آیت ۸۲ حاشیہ ۱۰۲، آیت ۸۵ حاشیہ ۱۰۳، آیت ۸۸ حاشیہ ۱۰۵، آیت ۱۰۱ حاشیہ ۱۱۴

سورہ کہف آیت ۲۸ حاشیہ ۲۸، آیت ۴۷ حاشیہ ۴۲ و ۴۳، آیت ۵۰ حاشیہ ۴۸، آیت ۵۲ حاشیہ ۵۰، آیت ۶۵ حاشیہ ۵۹۔

سورہ طٰہٰ آیت ۷۱ حاشیہ ۴۵، آیات ۷۷ تا ۷۹ حاشیہ ۵۲ تا ۵۳، آیت ۱۰۳ حاشیہ ۹۱،

آیت ۱۲۵ حاشیہ ۱۰۷، آیت ۱۳۰ حاشیہ ۱۱۲۔

سورہ لقمان آیت ۱۴ حاشیہ ۲۳

سورہ توبہ، سورہ نور، سورہ احزاب، سورہ حجرات، سورہ جمعہ، سورہ طلاق کی تفسیر پر نگاہ ڈالنے تو محسوس ہوگا کہ ان سورتوں میں تفسیر کے ضمن میں آیات قرآنی کے ساتھ احادیث رسول، اقوال صحابہ و تابعین کے حوالے قدم قدم پر ہیں۔ نیز ان کے ضمن میں جو فقہی احکام مستنبط ہوتے ہیں ان میں بہ کثرت صحابہ، تابعین اور ائمہ فقہ کے حوالوں کے ساتھ احکام و مسائل کی وضاحت ہے۔ بطور خاص سورہ احزاب کے ضمیمہ میں ختم نبوت پر لغت، احادیث اور صحابہ کرام کے آثار کی روشنی میں جو معرکۃ الآراء بحث ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اسی طرح قرآن میں آئے ہوئے سینکڑوں الفاظ کی لغوی وضاحت آپ کو اس تفسیر میں ملے گی اور کہیں کہیں کلام عرب سے استشہاد بھی نظر آئے گا۔ بطور مثال ہمس، قول، تذیر، ملک، تبارک، فرقان، تصعیر خد، فردوس، تبرج، جاہلیہ، آلاء، صمد، مرصد، انقاض، استفزاز، فجر، غسق اللیل، دلوک الشمس، تہجد، جہاد، طاغوت، ربوا، توبہ، خاتم، ابلیس، خلیفہ، ملک، ازواج، شیطان، رب، صبر، من وسلوی وغیرہ۔

یہ چند سورتوں پر طائرانہ نگاہ ڈالنے کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تفسیر بالرائے کہہ کر اس کی اہمیت کم کرنے کی جو کوشش کی جاتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مؤلف نے اپنی عقل اور رائے کا استعمال نہیں کیا ہے۔ قرآن کے اسرار و حکم اور دقائق و معارف پر غور و فکر کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے مفسرین نے اپنی عقل اور علم کے مطابق اس باب میں اضافہ کیا ہے، اسی فہم و فراست اور تفقہ کے لئے آپ ؐ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لئے دعا فرمائی تھی۔

اللھم علمہ التاویل وفقھہ فی الدین (اے اللہ اسے تاویل کا علم دے اور دین میں بصیرت عطا کر) لیکن اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ عقل و رائے کا استعمال اس طرح نہ ہو کہ دوسرے شرعی اصولوں سے متصادم ہو جائے۔ سید مودودیؒ نے بھی ان شرعی اصولوں کے اندر رہتے ہوئے اپنی عقل اور رائے کا استعمال کیا ہے۔

☆☆☆

مصنوعی دین اور حقیقی دین میں فرق

ترجمانی: اقبال احمد اصلاحی ندوی ☆

اگر آپ کے سامنے منھ کھولے ہوئے ایک زندہ شیر کھڑا ہو اور وہی شیر آپ کو تصویر میں نظر آئے تو کیا ان دونوں صورتوں میں آپ پر یکساں رعب طاری ہوگا؟ ایک وہ دنیا ہے جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں اور ایک وہ دنیا ہے جو نقشہ پر ثبت ہے، کیا آپ ان دونوں کے درمیان فرق کو سمجھتے ہیں؟ بیداری کی حالت میں کئے گئے کام اور خواب میں کئے گئے کام، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ایک وہ انسان ہے جس کی زندگی سعی و عمل سے عبارت ہے اور ایک پلاسٹر سے بنا ہوا انسان جو دوکانوں میں کپڑوں کی نمائش کے لئے ہوتا ہے، کیا ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے؟ ایک نوحہ کرنے والی اور بچے کو داغ مفارقت دینے والی ماں ہے اور ایک اجرت پر آہ و فغاں اور نالہ و شیون کرنے والی عورت ہے، کیا ان دونوں کے دلوں میں یکساں تڑپ اور کرب و بے چینی ہے؟ اور ایک وہ شخص ہے جس نے اپنی دونوں آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے اور ایک وہ شخص ہے جس کی آنکھیں پیدائشی طور پر ہی سرمگیں دکھائی دیتی ہیں، کیا آپ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق محسوس کرتے ہیں؟ کیا آپ جنگجو فوجی کے ہاتھ میں موجود شمشیر بے نیام اور اس لکڑی کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے جسے خطیب، جمعہ کے روز دوران خطبہ پکڑ کر کھڑا ہوتا ہے۔ اگر آپ کے سامنے دو طرح کے آدمی ہوں، ایک وہ جو میدان عمل میں کوشاں اور سرگرم ہو اور ایک وہ جو پردۂ سیمیں پر متحرک اور تھرکتا نظر آرہا ہو، کیا آپ کی رائے ان دونوں کے سلسلے میں ایک جیسی ہوگی؟ اگر آپ ان تمام چیزوں کے درمیان واضح اور نمایاں فرق کو اچھی طرح سمجھ رہے ہیں تو بس سمجھئے کہ یہی فرق حقیقی اور مصنوعی دین کے درمیان ہے۔

محققین و مورخین تاریخ کے صفحات اور دستاویزات کی ورق گردانی میں ان اسباب و علل کی دریافت کے لئے کوشاں ہیں کہ مسلمانوں نے کیونکر اپنی حکومت کے آغاز میں حیرت انگیز کارنامے انجام دئے، چنانچہ وہ دشمنوں سے برسر پیکار ہوئے، فتوحات سے ہمکنار ہوئے اور

☆ استاذ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ

زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور مسلمانوں کا آخری دور بھی انتہائی تعجب خیز ہے۔ حال یہ ہے کہ وہ کمزور ہوئے اور ذلت و شکست ان کا مقدر بن گئی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید وہی ہے، اسلام کی تعلیمات وہی ہیں اور لا الہ الا اللہ بھی وہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہر چیز وہی ہے، پھر آخر مسلمان ذلیل و خوار کیوں؟

محققین اور مؤرخین اس کی تعلیل و توجیہ میں مختلف نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کا صرف اور صرف ایک سبب ہے اور وہ ہے حقیقی اور مصنوعی دین کے درمیان فرق سے واقفیت اور آگہی۔

مصنوعی دین محض چند حرکات و سکنات اور الفاظ کے مجموعہ کا نام ہے اور بس۔ اس کے بالمقابل حقیقی دین روحانیت، قلب سلیم اور سرگرمی عمل سے عبارت ہے۔

نماز مصنوعی دین میں جسمانی ورزش ہے، حج جسمانی حرکت اور بدنی سفر کا نام ہے اور دین کے ظاہری اعمال ڈرامائی حرکتیں اور پہلوانی کی شکلیں ہیں۔ لا الہ الا اللہ مصنوعی دین میں ایک خوبصورت کلمہ ہے جس کا کوئی مظہر نہیں اور دین حق میں یہی سب کچھ ہے، یہ مال کی بندگی، اقتدار کی بندگی، حب جاہ کی بندگی، خواہشات نفس کی بندگی اور تمام معبودان باطل کے خلاف سرتاسر بغاوت ہے۔ مصنوعی دین میں لا الہ الا اللہ غیروں کے در پر سر جھکانے، خواہشات نفس کی پیروی کرنے اور ذلت و بے چارگی کی زندگی گزارنے پر آمادہ کرتا ہے اور حقیقی دین میں اس کا تعلق صرف حق کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ لا الہ الا اللہ مصنوعی دین کے اندر وقت کی آندھیوں میں گرد و غبار کے مانند اڑ جاتا ہے اور دین حق میں پہاڑوں کو بھی لرزہ براندام کر دیتا ہے۔

مصنوعی دین تجارت اور بنائی کی طرح ایک صنعت ہے، جس میں کاریگر مشق و ممارست کے ذریعہ مہارت حاصل کرتا ہے اور دین حق روحانیت، اللہ کی یاد میں تڑپنے والا دل اور درست عقیدہ کا نام ہے۔ دین حق کسی پیشہ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ہر بہتر اور عمدہ کام کو عملی جامہ پہنانے پر آمادہ کرتا ہے۔

دین حق میں اکسیر کی سی خاصیت ہے جو اگر کسی مردہ جسم میں سرایت کر جائے تو وہ حیات نو سے فیضیاب ہو اٹھے اور کسی نحیف و لاغر کے جسم میں داخل ہو جائے تو وہ طاقت و قوت کا سرچشمہ بن جائے، یہ فلاسفہ کا وہ پتھر ہے جسے چاندی، تانبا اور سیسے پر رکھ دیا جائے تو وہ دفعتاً سونے میں تبدیل ہو جائے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جو خوارق اور محیر العقول کارنامے منظر عام پر لاتا ہے۔ چنانچہ سائنس، تاریخ اور فلسفہ اس کی تعلیل و توجیہ اور توضیح و تشریح میں حیران و سرگرداں نظر آتے ہیں۔

یہ وہ تریاق ہے، جس کی معمولی مقدار بھی زہر آلود زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ یہ وہ کیمیاوی عنصر ہے، جس سے اگر شعائر دینیہ کی آمیزش ہو جائے تو بندہ خدا کی بارگاہ میں محبوب قرار پائے اور اس سے اگر دنیوی کاموں کا امتزاج ہو جائے تو دشوار گذار گھاٹیاں بھی سر ہو جائیں اور مطلوب و مقصود تک رسائی آسان ہو جائے۔ اس تریاق کو جس نے پا لیا وہ کامیاب و کامران ہو گیا اور جس نے کھو دیا وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ یہ وہ بجلی ہے جو ذرا بھی مس کر جائے تو زندگی کا پہیہ متحرک کر دے اور معمولات زندگی میں روانی پیدا کر دے اور اگر زندگی کا رشتہ اس سے منقطع ہو جائے تو کار حیات ماند پڑ جائے۔ تانت جو کہ رسی سے عبارت ہے اگر اس میں بجلی اتر جائے تو اس سے ساز نکلنے لگتے ہیں اور آواز جو کہ ہوا ہے یہ اس میں داخل ہو جائے تو نغمگی پیدا کر دے۔

حقیقی دین اپنے ماننے والے کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ اس کا جینا اور مرنا صرف اسی کے لئے ہو اور مصنوعی دین اپنے ماننے والے سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے اپنی زندگی کی بقاء، دنیوی منافع اور مفید تدبیروں کے لئے نسخۂ کیمیا سمجھے۔ جو شخص حقیقی دین کا حامل ہوتا ہے اسے اقتدار و سیاست کی طمع پابہ زنجیر نہیں کرتی بلکہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کی فکر میں لگا رہتا ہے اور مصنوعی دین کا پجاری دین کا لبادہ صرف اس لئے اوڑھتا ہے تاکہ اقتدار و سیاست کی خدمت کا فریضہ انجام دے سکے۔ حقیقی دین کا ماننے والا بیدار دل رکھتا ہے اور خدا کی ذات پر اعتماد ہونے کی وجہ سے اپنے اندر قوت محسوس کرتا ہے اور مصنوعی دین کا ماننے والا نحو و صرف اور اعراب و کلام کی بحثوں میں الجھا رہتا ہے اور تاویل سے کام لے کر رخصتوں پر عمل کرتا ہے۔

جو شخص حقیقی دین کا مزہ چکھ لیتا ہے اور اس کی خصوصیات اس کے رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہیں تو وہ حق کے لئے غضبناک ہو جاتا ہے، اس کے اندر ظلم سے نفرت اور بیزاری پیدا ہو جاتی ہے اور وہ عدل و انصاف کے قیام کے لئے جام شہادت نوش کرنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھنے لگتا ہے اور مصنوعی دین بڑی سی پگڑی، چمکدار قبا اور کشادہ جبہ تک محدود رہتا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے کہ

اپنا اسلام بھی ملا کی قباء ہے یارو　　گھر میں رکھ دیتے ہیں اور مسجد میں پہن لیتے ہیں

حقیقی دین میں شہادت کا مفہوم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں۔ پس قتل کرتے ہیں اور

نقل کیے جاتے ہیں۔"

مصنوعی دین میں شہادت کسی جملہ کی ترکیب، متن کی تخریج، شرح کی تفسیر، حاشیہ کی تعلیل وتوجیہ اور مؤلف کے قول کی تصحیح اور اس پر اعتراض کرنے کا نام ہے۔

حقیقی دین انسان کا تعلق اللہ سے اور ایک انسان کا دوسرے انسان سے بہتر بناتا ہے تاکہ ہر ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ سے بہتر اور استوار ہو جائے اور مصنوعی دین اپنے ماننے والے کا دوسرے انسان سے تعلق صرف اس لیے بہتر بناتا ہے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ رسوخ حاصل کرے یا اسے جاہ و منصب پر فائز ہونے کا موقع مل جائے یا مال غنیمت کا کچھ حصہ اس کے ہاتھ آجائے یا اس کے قرض کی ادائیگی کی صورت پیدا ہو جائے۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ "اس دین کے آخری حصہ کی اصلاح صرف انھی چیزوں کو روبہ عمل لاکر ہو سکتی ہے جس سے اس دین کے آغاز میں ہوئی تھی" اور اس کے دور آغاز میں دین و روح کی کارفرمائی تھی اور یہ آخری زمانے میں صنعت وحرفت اور پیشہ کا دین بن کر رہ گیا ہے۔

امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ تمام ہی ادیان کے ماننے والوں سے یہ خطا سرزد ہوئی کہ وہ دین کی روح سے دور ہوتے گئے اور اس کی ظاہری شکلوں کی حفاظت میں مصروف ہو گئے، انھوں نے صورتحال یکسر الٹ دی اور قدر و قیمت کے پیمانے بدل دیے، چنانچہ روح کا کوئی مقام نہ رہا اور شکل ہی کو پوری اہمیت حاصل ہو گئی۔

ایمان کا معاملہ تو عشق و وارفتگی کا معاملہ ہے جو ٹھنڈک کو گرمی میں، سستی اور غفلت کو بیداری مغزی میں، بری خصلتوں کو امتیازی اوصاف میں اور خود غرضی کو ایثار و قربانی کے سانچہ میں ڈھال دیتا ہے۔ حقیقی ایمان تو جادوئی چھڑی کے مانند ہے جو کسی چیز سے مس کر جائے تو اسے روشن و تابناک کر دے۔ کسی ٹھوس چیز پر رکھ دیا جائے تو اسے پگھلا کر موم کر دے اور تن بے روح میں داخل ہو جائے تو اسے زندگی نو سے ہمکنار کر دے۔

ہے کوئی جو مصنوعی دین کو اس کے تمام لوازمات کے ساتھ قبول کر لے اور مجھے حقیقی دین کا ایک ذرہ ہی اس کی بلند صفات اور مفاہیم کے ساتھ فروخت کر دے۔ بقول شاعر۔

ولی کبد مقروحة من یبیعنی بھا کبدا لیست بذات قروح

اور میرے پاس ایک زخمی دل ہے، کون اس کے بدلے مجھے ایک ایسا دل بیچے گا جو زخموں سے چور نہیں ہے۔

☆☆☆

عصری جامعات میں اسلامی قانون کی تدریس: فکر اسلامی کے تقاضے

ڈاکٹر ضیاء الدین ملک فلاحی☆

اس مقالے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ قانون کے تدریسی عمل اور ہندوستان کے نمائندہ ادارہ امارت شرعیہ پٹنہ کے نظام افتاء وقضاء کا ایک تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے نیز یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ شعبۂ وکالت اور شعبۂ قضاء جن کا مقصود انصاف کو عملاً نافذ کروانا ہے اس ضمن میں دونوں اداروں کا ہندوستان کے تکثیری معاشرہ میں کردار کتنا باوزن اور بامعنی ہے اور کن اصلاحات کا متقاضی۔ دوسری طرف اس بات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ قانون میں اسلامی قانون کا تناسب کس قدر ہے۔ دونوں اداروں سے حاصل ہونے والے نتائج کا اطلاق ہندوستان کے تمام لاء کالجز اور دارالافتاء پر بعض استثناءات کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ نصاب و نظام کی ہم آہنگی میں دونوں ادارے اپنی انفرادی یکسانیت کے رویے پر عمل پیرا ہیں۔ اسلامی قانون کی تدریس اور موضوعات ومضامین کے انتخاب میں شعبۂ قانون علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مانند ہندوستان کی دیگر یونیورسٹیز اور کالجز بھی یو جی سی کے قواعد کے مطابق اس قدر اسلامی قانون کو اپنے نصاب میں رکھنے کے پابند ہیں البتہ نظام ونصاب کی جو چاشنی اے ایم یو میں نظر آتی ہے دوسرے ادارے تعصب کا شکار ہیں۔

گذشتہ صدی کی آخری دہائی تک اس شعبہ میں داخلہ کے لئے سماجی علوم (سیاسیات، معاشیات، نفسیات، تاریخ) میں سے کسی ایک میں بی۔اے۔ آنرس پاس ہونا لازمی تھا۔ لیکن چونکہ انجینئرنگ، میڈیکل اور دیگر پروفیشنل کورسز کی طرف طلبہ کو بارہویں کے بعد ہی مواقع میسر تھے۔ چنانچہ ۱۹۹۷ میں یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (UGC) کی سفارشات کی بنیاد پر شعبۂ قانون کا دروازہ بھی بارہویں کلاس کے بعد کھول دیا گیا، چنانچہ ماضی میں ایل ایل بی (۳ سال) کے لئے بی۔اے۔ کا تین سالہ کورس پاس کرنا لازمی شرط تھی۔ لیکن اس تبدیلی کے نتیجہ میں بی۔اے۔ ایل ایل۔ بی کا ۵ سالہ کورس ایک وکیل کے لئے مکمل کر لینا کافی ہے۔ ایک ٹسٹ کے ذریعہ طلباء کا داخلہ اس پنج سالہ کورس میں ہو جاتا ہے۔ دو سال میں سماجی علوم کی تکمیل کے بعد تیسرے سال سے قانون کی باضابطہ تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ مذکورہ مضامین میں قانون کی روح موجود ہوتی ہے۔ اس تبدیلی کے

labeebzia@yahoo.co.in☆

نتیجے میں طلبہ کی گرفت قانون پر زیادہ مضبوط ہونے کی توقع ہے کیونکہ بارہویں کلاس کے بعد ہی علم قانون کے حصول کا عزم لے کر اس کورس میں داخل ہونے والے طلباء ہندوستانی عدالتی نظام کے لئے اپنا توانا ذہن اور شوق ترجیح خدمت کے لئے پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا شعبۂ قانون

مسلم یونیورسٹی کا شعبہ قانون سر سید احمد خاں (متوفی ۱۸۹۸ء) کی زندگی ہی میں قائم ہو چکا تھا۔ ۱۸۶۲ء میں ہندوستان سے نظام قضا کے مکمل خاتمہ نے بھی بانیان درسگاہ کو اسلامی قانون کی تدریس اور اس کی جامع تفہیم کی طرف ضرور آمادہ کیا ہوگا۔ مسلم نوجوان کو شعبہ قانون سے وابستہ کرنے کے پس پشت دو مقاصد کارفرما رہے ہیں۔ اول: اس کورس کے فارغین شعبہ وکالت کے توسط سے اپنی معیشت اور روزگار کو درست کر سکیں گے اور دوم یہ کہ ہندوستان میں مسلم دشمنی پر مبنی عصبیت کی کاٹ قانون کے دائرے میں رہ کر کی جا سکے گی اور تدریس و وکالت ہر دو جگہ پر مسلم وکلاء مشعل راہ ثابت ہو سکیں گے۔ مسلم یونیورسٹی کا شعبہ قانون یو جی سی اور بار کونسل آف انڈیا کے قوانین وضوابط کا پابند ہے اس کے اندر جاری تمام کورسز یو جی سی سے منظور شدہ ہیں۔

بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ اور ایل۔ ایل۔ ایم۔ میں قانون اسلامی کا تناسب

مسلم یونیورسٹی کا شعبۂ قانون اپنے زمانۂ قیام سے آج تک ترقی کے منازل طے کرتا ہوا ہندوستان کا ایک معتبر ادارہ قرار دیا جا چکا ہے۔ فی زمانہ اس کے بی اے ایل ایل بی کے جملہ اکسٹھ (۶۱) مضامین یو جی سی سے منظور شدہ ہیں (۱)، اور پانچ سالوں میں فارغ ہونے والا طالب علم ان سے گذر کر موجودہ قانون اور اسلامی قانون سے واقف ہو جاتا ہے۔ پنج سالہ کورس میں رائج ان ۶۱ مضامین میں صرف تین مضامین اسلامی قانون کی حیثیت سے طلبہ کے لئے منظور کئے گئے ہیں۔ جو تناسب میں بہت کم ہیں کیونکہ اسلامی قانون کو محض چند مسائل میں محدود کر دیا گیا ہے جن کا تعلق خاندان واملاک اور جرائم سے ہے جبکہ اسلامی قانون کے دوسرے گوشے نظر انداز کر دیے گئے ہیں، تاہم جس قدر ہندو لاء کا تعارف تمام لاء کالجز کے نصاب میں کرایا گیا ہے اسی قدر مسلم لاء کو ایل ایل بی کے نصاب میں جگہ مل جانا قابل ستائش عمل ہے۔ ایل ایل بی کے مضامین کے عنوانات یہ ہیں:

1. Islamic Jurispudence (BLLB - 301) III Semester
2. Muslim Law Relating to Status (BLLB - 401) IV Semester
3. Muslim Law Relating to Property (BLLB - 501) V Semester

ان ۶۱ کورسز میں بارہ (۱۲) مضامین کا تعلق تاریخ ہندوستان، سیاسیات، معاشیات، سماجیات اور انگلش ادب سے ہے۔ اس طرح ان پانچ سالوں میں چھیالیس (۴۶) مضامین خالص قانون کے مختلف پہلوؤں کو محیط ہیں۔

ایل ایل ایم کے دو سالہ کورس میں چھ پرچے اسلامی قانون کے لئے مخصوص ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں:

1. Islamic Jurispudence (LLM-311) III Semester
2. Muslim Law Relating to Status (LLM-312) III Semester
3. Muslim Law Relating to Property (LLM-313) III Semester
4. Islamic legal system (LLM-411) IV Semester
5. Islamic Criminal Law (LLM-412) IV Semester
6. Muslim Law Relating to Property (LLM-413) IV Semester

۱۔ حصہ اول

اختصار کے ساتھ بی اے ایل ایل بی کے اسلامی قانون سے متعلق مضامین کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں:

Islamic Jurispudence

اس مضمون کی پہلی یونٹ میں فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ماقبل اسلام قانون کا تصور، رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد قانون کا تعارف، ماقبل کے قوانین میں حذف واضافہ، قبول وردکی کیفیت، اسلام، ایمان، شریعت اور فقہ کے علمی وفلسفیانہ مسائل پر بحث ونظر۔

پہلی یونٹ کے دوسرے حصے میں قانون اسلام کی نشوونما اور تصور قانون کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں لفظ مسلم کا تعارف، اسلام میں تصور قانون، مغربی قانون کی تفہیم وتجزیہ اور اسلامی قانون کی نشوونما۔ اس یونٹ کے تیسرے حصے میں ہندوستان میں مسلم قانون کے نفاذ پر بحثیں، مسلم قانون کی اجرائی، قانون سازی کا عمل، شریعت ایکٹ 1937، قانون برائے تنسیخ نکاح ایکٹ (Dissolution Muslim Marriage Act) 1939، حق طلاق کا تحفظ ایکٹ 1986 کی روشنی میں مسلم قانون کی تشریح وتفہیم کورس کا حصہ ہے۔

دوسری یونٹ میں اسلامی قانون کے مراجع وماخذ سے بحث کی گئی ہے جس کی تین شقیں

ہیں: پہلے حصے میں فطرت انسانی اور حکمت ودانائی، نزول وحی کی ضرورت اور وحی و آزادیٔ فکر ونظر کے درمیان فرق کی وضاحت کی گئی ہے۔ دوسرا حصہ قرآن مجید بحیثیت ماخذ اصلی پر مشتمل ہے چنانچہ تعریف وتعارف، تدوین، اعجاز قرآن، قانون سازی میں قرآن کا مقام اور ضرورت، آیات احکام کی تشریح وتفسیر، احکام نسخ وغیرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرا حصہ سنت بحیثیت ماخذ قرآن پر مشتمل ہے۔ چنانچہ سنت کی تعریف، سنت کا قانونی، فقہی مقام، تحفیظ وتدوین حدیث کی تشریحی حیثیت وعمل۔

یونٹ سوم برائے اجماع کے ذیلی عناوین حسب ذیل ہیں:

اجماع کی تعریف، قرآن وحدیث کی روشنی میں اجماع کا مقام ومرتبہ، فقہ اسلامی کے ماخذ کی حیثیت سے اجماع کا مقام، اجماع کی اقسام۔ اجماع کے نفاذ کے لیے موثر شخصیات اور تنسیخ اجماع کے احکامات و آداب اور شرائط پر بحث ہے۔

یونٹ سوم کی دوسری فصل قیاس سے متعلق ہے جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں قیاس کی معنویت اور قیاس کے موافق ومخالف آراء کا جائزہ شامل ہے۔

یونٹ سوم کی تیسری فصل اجتہاد کے لیے مخصوص ہے۔ اس یونٹ کا چوتھا حصہ تقلید کی ضرورت وعدم ضرورت پر روشنی ڈالتا ہے۔ یونٹ چہارم میں اسلامی قوانین کے مکاتب ومسالک کا ذکر ہے۔ اس کے تین حصے ہیں۔ حصہ اول میں حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی مکاتب فکر کی نشو ونما وارتقاء، خصائص اور قانون سازی کے لیے اصول ومناہج کا الگ الگ ذکر ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ شیعہ کتب فکر کے لیے مخصوص ہے۔ اس حصہ میں امامیہ، اسماعیلیہ اور زاہدیہ کے اصول وقوانین کا تذکرہ ہے۔

یونٹ چہارم کے تیسرے حصے میں سنی وشیعہ مکاتب فکر کے درمیان پائے جانے والے فقہی وقانونی اختلافات ومناہج کا ذکر ہے۔

یونٹ پنجم کے اجزائے ترکیبی حسب ذیل ہیں:

اقتدار اعلیٰ کا اسلامی تصور، اقتدار اعلیٰ کا مغربی تصور، ڈیموکریسی اور اسلامی تصور شوریٰ، اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور، اسلام میں قانون سازی کے امکانات اور طریقے۔

۲۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ کے لیے دوسرا مضمون: Muslim Law Relating to Status کے عنوان سے نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ اس مقام پر تشخص یعنی Status سے مراد مرد، زن اور اطفال کے حقوق وفرائض اور پیدا ہونے والے مسائل ونزاعات ہیں۔

یونٹ اول نکاح سے متعلق ہے۔ اس میں مسائل ذیل کا احاطہ کیا گیا ہے:

قبل از اسلام نکاح کا تصور، نکاح کی تعریف، قانونی واسلامی نکاح کے شرائط ومقتضیات، نکاح کی اقسام، نکاح کے سوانع، نکاح کی قانونی حیثیت، اسلام میں تعدد ازدواج کا تصور، ازدواجی حقوق کی ادائیگی وحصول، نکاح متعہ کی حیثیت۔

یونٹ دوم میں طلاق کے مسائل سے بحث کی گئی ہے اس کے تفصیلی مباحث حسب ذیل ہیں:

ماقبل اسلام طلاق کے مختلف طریقے، اسلامی طریقہ طلاق اور ان کی تقسیم: مثلاً میاں یا بیوی کے درمیان طلاق کا وقوع، طرفین کے اقدام کے نتیجے میں وقوع طلاق، عدالتی عمل کے ذریعہ طلاق، طرفین نکاح کی موت کے سبب وقوع طلاق کا مسئلہ وغیرہ۔

طرفین کے اقدامات میں سب سے پہلے شوہر کے اقدامات کا ذکر ہے: مثلاً وقوع طلاق بذریعہ شوہر جس کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں طلاق حسن/احسن اور طلاق بدعت۔ دوسرا طریقہ بذریعہ ایلاء جبکہ تیسرا طریقہ ظہار ہے۔

بیوی کے اقدامات کے ضمن میں ذیل کی تفصیلات کا ذکر کیا گیا ہے:

الف: طلاق تفویض بیوی کی جانب سے، دوم: خلع اور مبارات (اتفاق رائے سے)، سوم: عدالتی عمل میں لعان، فسخ اور 1939ء کے مسلم تنسیخ نکاح سے بحث کی گئی ہے۔ اس یونٹ میں طلاق ثلاثہ پر محاکمہ اور طلاق کے اثرات، نکاح ثانی کے لیے تدابیر واقدامات اور ضروری قواعد کا ذکر کیا گیا ہے۔

یونٹ سوم مہر اور نفقہ سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں تصور مہر اور نفقہ، مہر کی اقسام، بیوی کے حقوق اور مہر کی ادائیگی کے طریقے۔ جبکہ اس یونٹ کے دوسرے حصے میں نان ونفقہ سے بحث کی گئی ہے۔ اس یونٹ میں عائلی قوانین سے متعلق حکومت ہند کی طرف سے پاس کیے گئے بعض قوانین/مقدمات کا مطالعہ وتدریس بھی شامل نصاب ہے۔

یونٹ چہارم میں قانونی استحقاق (Legitimacy) اور گارجین شپ پر مختلف انداز میں گفتگو ہے۔ مثلاً ولدیت یعنی نسل کی بنیاد اور والدین کی شناخت کے ساتھ ہندوستانی شہریت ایکٹ کی شق نمبر 112 کا مطالعہ شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح گارجین شپ کا معنی ومفہوم، گارجین کی نامزدگی، اقسام اور اس کی تنسیخ وکالعدم ہونے پر گفتگو نصاب کا حصہ ہے۔

یونٹ پنجم میں دو سیکشن ہیں اول ارتداد اور تبدیلی مذہب اور دوم طرفین کے ذاتی مذاہب

کے مابین اختلافات کے وقوع پذیر ہونے سے متعلق ہیں مثلاً مسلم بمقابل ہندو قانون یا مسلم بمقابل عیسائی قانون۔ مذکورہ پانچ یونٹوں کے لئے چند اہم کتب کے مطالعہ کی تشویق دلائی گئی ہے جن میں سے چند کے نام بطور مثال تحریر کئے جاتے ہیں:

1. A.A.A. Fayzee : Mohammadan Law.
2. D.F. Mulla : Principles of Mohammadan Law.
3. Dr. Tanzilur Rehman : A Code of Muslim Personal Law.
4. Prof. Saleem Akhtar (1) Shah Bano Judgement (2) Law as Initiative of Social Charges.
5. Dr.M.Afzal Wani:Maher & Maintenance under Muslim Law

۳۔تیسرا مضمون برائے ایل ایل بی Muslim Law Relating to Property

یونٹ اول تین حصوں پر منحصر ہے۔ وصیت، ہبہ اور مختلف cases کا مطالعہ و تجزیہ۔

حصہ اول میں وصیت (will) کی کیفیت، معنی و مفہوم اور ابتدائی صورت حال، قانونی وصیت کے لئے شرائط و مطالبات، وصیت پر پابندی اور موانع، نیز تنسیخ و تخفیف وصیت پر ارتکاز کیا گیا ہے۔ جبکہ حصہ ثانی میں ہدایا و تحائف کا اسلامی طریقہ، اس کی ابتدا، تحائف پیش کرنے کی شرائط، زبانی طور پر تحائف کی پیش کش اور تحریری طور پر تحائف کی منتقلی، زندگی کی سود اور حقیقی زندگی کو تحفہ میں دینا۔ مرض الموت میں تحائف کی پیش کش کی حیثیت۔

حصہ سوم میں جن تاریخی مقدمات کا مطالعہ و محاکمہ اور تجزیہ و تنقید کلاسز میں اساتذہ کی راست نگرانی میں ہوتی ہے، اس ضمن میں ۸ مقدمات (طرفین کے نام، تاریخ کا اہتمام اور ادعا و جواب ادعا وغیرہ) اساتذہ کلاسز میں طلبہ کے سامنے بیان کرتے ہیں۔

یونٹ دوم وقف سے متعلق ہے۔ وقف کی ابتدا اور مادی ساز و سامان، وقف کے عملی و قانونی مطلوبہ تقاضے، Cypres کا قانون، وقف کی افزائش کے طرق کی شناخت، اقسام اوقاف، وقف علی الاولاد، متولی، وقف کی تنظیمی و قانونی گرفت مرکزی ایکٹ 1995 کی روشنی میں۔ اس ضمن میں ۹ مقدمات کا تذکرہ نصاب میں موجود ہے جن میں کہیں طرفین مسلمان ہیں کہیں مسلمان اور ہندو کے مابین معاملہ ہے اور کہیں مسلمان اور حکومت کے خلاف مقدمہ ہے مثلاً دو مقدمات میں ایک طرف ائمہ مساجد اور یونین حکومت ہے جبکہ دوسرے میں کلثوم ٹرسٹ اور کنٹرولر آف غیر مملوکہ اراضی ہے۔

یونٹ سوم میں حق شفعہ کی تعریف، اس کی شرعی بنیادیں۔ اقسام، قانونی حیثیت اور مقتضیات پر انحصار ہے۔ اس یونٹ کا دوسرا حصہ منقولہ و غیر منقولہ زمین و جائداد سے متعلق ہے، تیسرا حصہ مختلف مقدمات کی تفصیل پر مشتمل ہے۔

یونٹ چہارم میں میراث کے عمومی اصول، حصص اور حسابات جبکہ یونٹ پنجم میں میراث کے دیگر مسائل پر بحثیں ہیں مثلاً عول اور رد کے اصول و آداب، میراث سے بے دخل کرنے یا ہونے کے قوانین و اصول، دور کے رشتے داروں (عصبہ) کے حقوق کی تقسیم کے مسائل۔

حصہ دوم: ایل ایل ایم دو سالہ کورس ہے، دونوں سالوں میں تین تین کورسز نافذ العمل ہیں۔

۱۔ سال اول ایل ایل ایم کا پہلا مضمون اسلامی فقہ سے متعلق ہے جس میں چار یونٹیں ہیں۔

یونٹ اول کا عنوان ہے: Nature and Scope of Islamic Jurisprudence اس یونٹ کو چار ذیلی عناوین میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں اسلام کا تعارف، فقہ اسلامی کی تعریف، فقہ اسلامی کے موضوعات و مباحث اور فقہ اسلامی پر تفصیلی خدمات۔

یونٹ دوم کا عنوان یہ ہے: Development of Islamic Jurisprudence اس یونٹ کو چار ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اصول فقہ اور قانونی فکر کی تشکیل، عہد تدوین، مختلف مسالک فقہ کا نشو و نما و عروج، ان کی خصوصیات اور مسالک فقہ کے اصولوں کا تقابلی مطالعہ۔

یونٹ سوم کا عنوان ہے: Sources and Foundation of Islamic Jurisprudence، اس یونٹ کے تحت قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کے معنی و مفہوم، قانون سازی میں اخذ و استفادہ، تشریعی حیثیت اور علمی و تصنیفی کاموں کا تعارف مقصود ہے۔

یونٹ چہارم Basic Legal Concepts کے زیر عنوان ہے۔ جس کا مقصد طلبہ کو ریاست اور اقتدار اعلیٰ، حقوق و فرائض، شخصیت و انفرادیت نیز مقبوضہ مادی سرمایہ اور جائداد کے سلسلہ میں اسلامی نقطہ نظر کی تفصیلات فراہم کرنا ہے۔

۲۔ دوسرے مضمون کا عنوان ہے Muslim Law Relating to Status پہلی یونٹ میں نکاح کے تفصیلی مباحث و مسائل کا ذکر ہے۔ چنانچہ لفظ نکاح کا مخرج و تصور، مرد و زن کی ضرورت، شرائط و مقتضیات، موانع و عوارض، حقوق اور طرفین کے مفادات و فرائض، مسئلہ نکاح کے ذریعہ مختلف قانونی مباحث مثلاً بلوغت کا مسئلہ، ازدواجی زندگی کے مخصوص حقوق کی ادائیگی، تعدد

ازدواج وغیرہ کی تفہیم۔ اسی طرح شادی کی تقریب سے پہلے اور بعد کے احوال، نکاح کی اقسام کے ضمن میں مستحسن، غیر مستحسن اور فاسد نکاح کی تفہیم کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں قانون سازی اور عدالتی نقطۂ نظر بابت نکاح کی بھی وضاحت کی جاتی ہے۔

دوسری یونٹ میں طلاق پر مختلف زاویوں سے طلبہ کی معلومات میں اضافہ کیا جاتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے: نکاح کا شرعی مستدل، عورت و مرد کا وجود، طلاق کی اقسام مثلاً یکطرفہ طلاق، عدالتی عمل کے ذریعہ طلاق ثلاثہ اور نفاذ کے مسائل۔ موخر الذکر مسئلہ کی وضاحت تین پہلوؤں سے کی گئی ہے۔ اول یہ کہ بیوی کی عدم موجودگی میں لفظ طلاق کے استعمال کا کیا اثر ہوگا؟ دوم یہ کہ غیر ارادی طور پر ادا کیے گئے لفظ طلاق کی حیثیت کیا ہوگی؟ اور سوم یہ کہ طرفین پر طلاق کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ دونوں خاندانوں کے مسائل کی شرعی حدود کیا ہوں گی؟

تیسری یونٹ میں نان نفقہ کی شرعی حیثیت، نفقہ کا محل، بیوی کے سلسلہ میں چار باتیں خاص طور پر طلباء کو ذہن نشین کرائی جاتی ہیں، اول یہ کہ رشتۂ ازدواج کا وجود جب تک ہے عورت کو نفقہ ملے گا، دوم یہ کہ نکاح ٹوٹ جانے کے بعد بھی نفقہ ایک مدت تک ملے گا۔ سوم یہ کہ مطلقہ عورت کو عدت کی مدت کیا ہوگی اور چہارم یہ کہ مطلقہ عورت کو نفقہ کی ادائیگی اور طلاق کے عوض مال و متاع دے کر رخصت کیا جائے گا۔

اس یونٹ کا آخری حصہ مہر (Dower) سے متعلق ہے۔ جسکی حقیقت، فقہی حیثیت، مہر کے موضوعات و مباحث، مہر کی اقسام، مہر کی ادائیگی کا التزام اور اسے یقینی بنانا، عدم ادائیگی کے عواقب و نتائج اور تدارک کی شکلیں، مہر کو قانونی شکل دینے کے نتائج، ہندوستان میں مہر کے سلسلہ میں عدالتی رویہ و عمل۔

چوتھی یونٹ کا عنوان ہے Lagitimacy and Parentage یعنی قانونی استحقاق اور قانون بنا کر جائز قرار دینا۔ اس ضمن میں دونوں تصورات کا معروضی جائزہ اور ہندوستانی قانون برائے شہادت (S-112 of Indian Evidence Act) اور اسلامی قانون شہادت کے مابین تعارض سے بحث و تمحیص مقصود ہے۔ اس یونٹ میں شہادت کا ایک اہم مسئلہ شناخت اور پہچانے (Acknowledgement) کا ہے، اس کے شرائط نیز ہندوستان کا عدالتی عمل ورجحان پر گفتگو کی جاتی ہے۔

ایک اہم مسئلہ گارجین شپ یعنی سرپرستی کا ہے جسے شریعت میں حضانت کہا جاتا ہے۔ اس

کی ضرورت، اہمیت، تصور اور خدوخال پر بحث کی جاتی ہے۔ گارجین شپ کی مختلف اقسام مثلاً اول: افراد اور طاقت وقوت کی گارجین شپ اور ذمہ داریاں اور پرورش کی ذمہ داری۔ دوم پروپرٹی کے گارجین، گارجین کی اقسام، انکے اختیارات و ذمہ داریاں، فکری اور عملی تصورات، وثیقہ نامہ اور عدالت کے ذریعہ نامزدگی۔

۳۔ ایل ایل ایم کا تیسرا مضمون Muslim Law Relating to Property کے عنوان سے نافذ العمل ہے۔ اس کورس کو چار یونٹوں میں تقسیم کر لیا گیا ہے۔

یونٹ اول وصیت (will) سے متعلق ہے، اس یونٹ کے ذریعہ طلباء کے اندر ذیل کی معلومات بہم پہنچانا مقصود ہے، وصیت کی وجہ تسمیہ، صحیح و مستحکم وصیت کے اصول و مبادی، وصیت میں تخفیف۔ شیعہ سنی کا وصیت کے بابت موقف اور اختلاف۔

یونٹ دوم میں ہدیہ کی تعریف، ہدیہ ہونے کی شرائط، قبضہ اور اجرائی کا عمل، زندگی کو ہدیہ میں دینے کی حقیقت، مرض الموت میں ہدیہ کرنے کا جواز و عدم جواز پر بحث کی جاتی ہیں۔

یونٹ سوم میں وقف کے مختلف پہلوؤں پر تدریسی عمل کے ذریعہ طلبہ کی ذہن سازی کی جاتی ہے۔ وقف کیا ہے؟ اس کی اصلیت و ماہیت کیا ہے؟ وقف کی شرائط، مجوب الارث کا قانون برائے وقف کیا ہے؟ عوامی اور پرائیویٹ وقف کی شرعی حیثیت، وقف پراپرٹی کا قانونی استحقاق اور متولی کی حیثیت و دائرہ اختیار۔

یونٹ چہارم شفعہ (Pre-Emption) سے متعلق ہے اس یونٹ کی تفصیلات ذیل میں رقم کی جاتی ہیں:

شفعہ کی اصطلاحی تعریف، حقوق کا مستدل و تخریج، حق شفعہ کے جواز کا قانونی پہلو، شفعہ کے شرائط و متقاضیات، قانون شفعہ کے نفاذ کا قانونی (ہندوستانی) مسئلہ۔ حق شفعہ کا استعمال کون کرے گا؟ شفعہ کے قانون کا عملی انطباق و جائزہ۔

۴۔ ایل ایل ایم کے لئے چوتھے کورس کا عنوان ہے Islamic Legal Syetem۔ پہلی یونٹ اقتدار اعلیٰ (Sovereignty) سے متعلق ہے۔ اقتدار اعلیٰ کا اسلامی تصور، اللہ کا اقتدار اعلیٰ، اسلام اور مغرب کے درمیان اقتدار اعلیٰ کے مختلف تصورات، نبوت کا رول، مدینہ کی پہلی اسلامی ریاست کا قیام۔

یونٹ دوم میں ریاست کے اصول اور اسلام میں حکومت کے تصور پر ارتکاز مقصود ہے۔

اسلامی ریاست کے تصور کے ضمن میں دو بحثیں اٹھائی گئی ہیں۔ اول اسلامی ریاست کے اہداف کیا ہیں؟ دوم یہ کہ اقتدار ریاست (state sovereignty) کے قانونی و شرعی احکام و مستدلات کیا ہیں؟ خلافت کے ضمن میں، الٰہی ارادہ، خلیفہ بننے کی لیاقت و شرائط، خلفائے راشدین کے انتخاب کا عمل، خلیفہ کے اختیارات اور معزولی، ایک بحث خلافت کے شوریٰ کے ذریعہ انعقاد پر مشتمل ہے۔ جبکہ دوسری بحث جمہوریت اور شوریٰ کے تقابلی مطالعہ پر مبنی ہے۔

یونٹ سوم میں عدالتی نظام (Administration of Justice) پر تدریسی عمل کا ارتکاز مقصود ہے چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کا عدالتی نظام، اسلام میں عدالتی نظام کا تصور، رسول اکرمؐ کے ذریعہ عدالتی نظام کے نفاذ و عمل، عہد خلافت میں عدالتی نظام۔

جبکہ یونٹ چہارم میں ملکی و عالمی سطح پر مسائل و چیلنجز میں ان کا احاطہ اور اسلام کی دفاعی نمائندگی کا ذکر ہے۔ اس ضمن میں تین ذیلی عنوانات کے تحت مسئلہ کی تفہیم کرائی گئی ہے۔ اول: اسلام میں حقوق انسانی کا تصور، اسلام میں معاہدوں کا تصور، دوم: معاہدہ کی ساخت، معاہدہ کا متن، [illegible]ات، تصدیق اور اس کی تشریح۔ سوم: اسلام میں حقوق نسواں کا مقام و مرتبہ۔

۵۔ ایل ایل ایم میں پانچویں مضمون کا عنوان Islamic Criminal Law ہے۔

پہلی یونٹ میں فلسفہ تعزیرات کے مبادیات، سزاؤں کی حکمتیں، جرم و سزا کی تقسیم اور جرم کے اجزائے ترکیبی، جرم کے مختلف مدارج۔

دوسری یونٹ میں حدود و حقیقیہ، قصاص اور تعزیر کی مکمل تشریح و تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

تیسری یونٹ میں بچہ کشی، جنسی تعلق میں پاکدامنی، زوجین کے درمیان پاکدامنی کے خلاف الزام تراشی، ہوموسیکس اور جنسی تعلق میں پاکدامنی کے خلاف عمل۔

یونٹ چہارم میں چار بڑے عنوانات کی تفصیل یہ ہے: اول: قصاص و حدود جیسے جرائم اور ان کی سزائیں، دوم: قصاص کی سزاؤں کے نفاذ میں عملی دشواریاں، سوم: اسلامی سزاؤں کے نفاذ کا [illegible]، چہارم: اسلامی سزاؤں کے نفاذ پر تنقیدوں کا معروضی جائزہ۔

۶۔ ایل ایل ایم میں جاری دوسرے سال میں شامل نصاب آخری پرچے کا عنوان Muslim Law Relating to Property ہے۔ اس مضمون کے چار یونٹوں میں میراث کے اصول و قوانین، حصہ داری کی قسمیں، میراث میں اضافے اور کمی کی صورتیں، قریبی اور دور کے رشتہ داروں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ بی اے ایل ایل بی کے پانچ سالہ کورس کے انعقاد کے ذریعہ ایک خوش آئند تبدیلی یہ ہوئی کہ بڑے پیمانے پر نصاب میں حذف و اضافے کی گنجائش پیدا ہوئی، چونکہ بی اے ایل ایل بی کی ڈگری ملتی ہے لہٰذا سوشل سائنس اور انگریزی ادب کے ضروری مضامین دو سال تک پڑھائے جاتے ہیں جن میں سماجیات، سیاسیات، تاریخ، نفسیات، جغرافیہ وغیرہ کی تدریس کے ذریعہ طلبہ کو ضروری عصری علوم سے بہرہ مند کردیا جاتا ہے۔ یہ تبدیلی حیرت انگیز طور پر تمام لاء کالجز کے لئے لائق تحسین ثابت ہوئی۔ عقلی و عملی بنیادوں پر بی اے آنرس کی ضرورت ہی کو کالعدم قرار دیا گیا نیز ضروری مضامین کو پنج سالہ کورس کا جزو بنالیا گیا۔ اس مسئلہ پر عصری درسگاہوں میں جدید و قدیم کا نزاع نہیں کھڑا ہوا۔

۲۔ بی اے ایل ایل بی (پنج سالہ کورس) کے علاوہ دو سالہ ایل ایل ایم کا کورس مسلم قانون داں کی لیاقت میں موثر کردار ادا کرتا ہے۔ یہ کورس پنج سالہ کورس کی ترقی یافتہ شکل ہے جہاں سے اختصاص کا باب شروع ہوتا ہے اور یہ کورس ختم کرتے ہی ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کی طرف اشتیاق پیدا ہوجاتا ہے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ اسلامی قانون کے کسی گوشے پر مسلم یونیورسٹی میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی جاسکتی ہے۔

۳۔ نظام تعلیم کو موثر بنانے میں ماہانہ ٹسٹ، کسی موضوع پر مختصر مقالہ (Dissertation)، ماہانہ توسیعی خطابات اور مختلف سمعی و بصری آلات (پروجیکٹر) کی تنصیب سے کلاسز کو مزید بامقصد بنانے کی طرف مدارس اور لاء کالجز دونوں جگہوں پر بے توجہی کا صدور ہو رہا ہے۔ یونیورسٹیز میں گرانٹس کی کمی نہیں ہے۔ عزم اور نظم کی کمی ہے جبکہ مدارس دونوں پہلوؤں سے تہی دامن ہیں۔ توسیعی خطابات میں مدارس اور لاء کالج ایک دوسرے سے تبادلۂ علم و آراء کر سکتے ہیں اور پروجیکٹر کے ذریعہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ علمی سرمایہ کو منظم انداز میں طلبہ کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس کی افادیت سے آج کے سائنسی دور میں انکار مشکل ہے۔ ان آلات کے ذریعہ محاضرات کی پیشکش کی تربیت طلبہ وفضلاء کے اندر بے شمار صلاحیتیں ابھار دے گی۔

۴۔ طلبہ/طالبات کے مشترکہ کلاس میں قانون اسلام سے متعلق ضروری جزیے/قضیے کا احاطہ اس طور کیا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث اور فقہاء امت کی خدمات اور ان کے اجتہادات سے اس کی بھرپور توضیح ہوجائے۔ مجوزہ کورس استاذ کو مجبور کرتا ہے کہ مصادر شریعت کا بار بار مطالعہ کرے اور اسلامی قانون کی حقیقی اسپرٹ کو طلبہ کے سامنے واضح کرے۔ لیکن چونکہ لاء کالجز میں اساتذہ خود

عربی ماخذ سے براہ راست مستفید ہونے کی صلاحیت سے بالعموم محروم ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلامی قانون اور فقہی اصطلاحات کا تعارف ان کی حقیقی روح کے مطابق نہیں ہو پاتا ہے۔ اسلامی قوانین کا مبنی بر عدل ہونا، دیگر قوانین اور اصول کے مابین علمی موازنہ کرکے اسلام کو قابل عمل اور غور وفکر کا عنوان بنا دینا، یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ قانون کی توجہ کا متوز طالب ہے۔ اس مسئلہ کا قابل عمل پہلو یہ ہے کہ مدارس کے ماہر قانون اساتذہ کی خدمات کے حصول کو ان لاء کالجز میں یقینی بنایا جائے تاکہ دونوں دانش گاہوں میں قربت واتصال کی فضا بھی پروان چڑھ سکے۔

۵۔ بی اے ایل ایل بی اور ایل ایل ایم کے مضامین برائے اسلامی قانون تقریباً یکساں ہیں۔ پہلے تین سالوں میں تھیوری یعنی افکار کو ان مقدمات (Cases) کے ضمن میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے جو عہد برطانیہ کے ہندوستان اور آزادی کے بعد وقتاً فوقتاً ہائی کورٹ، سپریم کورٹ، گاؤں پنچایت یا کسی دیگر قانونی ادارے میں پیش کئے گئے۔ ان کی تجاویز، مقدمات کے فیصلے اور دیگر ضروری معلومات کے ذریعہ قانون کے طلبہ/طالبات کے علم میں عملی اضافے کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ بی اے ایل ایل بی میں Property سے متعلق وصیت اور تحفہ کے باب میں ۸ تاریخی مقدمات کی تدریس، خلاصہ اور مباحثہ ہوتا ہے جبکہ اسی مضمون کے تحت وقف (Endowment) کے ضمن میں ۶ مقدمات اور شفعہ (Pre-Imption) کے ضمن میں ۷ مقدمات کی باضابطہ تفہیم کرائی جاتی ہے۔ ان cases کے ذریعہ مسلمانوں کے نزاعات کی کیفیت، اسلامی قانون کا جواب، حکومت ہند کی تشریح، تعبیر اور حل وغیرہ کے تعلق سے طلبہ کے علمی ذخیرے میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

۶۔ بی اے ایل ایل بی کی سطح پر ایک معرکۃ الآراء بحث سنی وشیعہ مکاتب فکر کے اختلاف کی ہے جن کے موٹے موٹے اختلافات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف احناف کے چاروں مکاتب فکر (احناف، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ) اور شیعہ کے تینوں معروف دبستانوں (امامیہ، اسماعیلیہ اور زیدیہ) کے اصول وضوابط کا الگ الگ تذکرہ موجود ہے۔ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ قانون نے اس طرح کی تمام چیزوں کو بی اے ایل ایل بی کے نصاب کا حصہ بنالیا ہے اور ماہر مسلم قانون داں کے ذریعہ ان مختلف فیہ اور نزاعی معاملات کی ... کا نظم کیا ہے چنانچہ شریعت ایکٹ ۱۹۳۷ء، تنسیخ مسلم نکاح ایکٹ ۱۹۳۹ء، مسلم خواتین ایکٹ ۱۹۸۶ء بابت حفاظت حقوق برائے طلاق، نان نفقہ ایکٹ سیکشن ۱۳۵ اور ۱۹۶۸ء کے بعد کے عدالتی احکام، مہر کے تعلق سے ہندوستانی عدلیہ کا منشا و عمل واضح کیا جاتا ہے۔ (جاری......)

قرآنی اسالیب دعوت (۴)

مولانا مقبول احمد فلاحی

(۳۰) اللہ کی قدرت

اللہ کی قدرت کے بے شمار کرشمے شب وروز انسانی نگاہوں کے سامنے گزرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے جلوے ہر چہار سو بکھرے ہوئے ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی قدرت کی گواہی دے رہا ہے۔ انسان اکثر غیر شعوری طور پر قدرت کی کرشمہ سازیوں کا ذکر بھی کرتا رہتا ہے مگر جس ہی وقیوم ہستی کی یہ کرشمہ سازیاں ہیں اس کی جانب حقیقی معنوں میں کم ہی توجہ دیتا ہے۔ کسی بھی ناممکن کو ممکن دیکھ کر اسی ذات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے مگر اس ذات کا عرفان نصیب نہیں ہوتا۔

انسانی طبیعت کا یہ خاصہ دعوت کے لئے سازگار ماحول فراہم کرتا ہے۔ اس ماحول کا مثبت اور تعمیری استعمال داعی کا کام ہے۔ ایک انسان جب غیر شعوری طور پر رب کائنات کی جلوہ فرمائیوں کا تذکرہ کر رہا ہو اسے وہیں روک کر اس کی گہرائی میں اترنے کی دعوت دینا اور ایک مبہم تصور کو غور وفکر اور تدبر کے نتیجے میں حقیقی رخ عطا کرنا دعوت کا موثر اسلوب ہے۔

"قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر ،انک علیٰ کل شیء قدیر. تولج اللیل فی النھار و تولج النھار فی اللیل وتخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب ."(آل عمران ۲۶، ۲۷)

(۳۱) مخاطبین کی درجہ بندی

میدان دعوت کی ایک موٹی تقسیم تو یہ ہے کہ ایک گروہ مسلم ہے دوسرا کافر اور تیسرا منافق۔ ہر گروہ کے ساتھ الگ الگ رویہ اور حکمت عملی اختیار کی جاتی ہے۔ لیکن ان طبقات کی ذیلی تقسیم بھی ہونی چاہئے۔ مثلاً انکار کرنے والوں کے انکار کی سطح کیا ہے؟ کون لوگ ختم قلب کے مرحلہ میں داخل ہو کر مغضوب ہو چکے ہیں؟ اور کس گروہ کے اندر زندگی کی رمق موجود ہے؟ کس کے دل پتھر ہو چکے ہیں اور کس حلقہ کے اندر نرمی، انابت اور خشیت کے جذبات پائے جاتے ہیں؟ سب کو ایک ڈنڈے سے

نہیں ہانکا جائے گا۔ جن سے خیر کی توقع کسی درجہ میں بھی ہو ان کے قلبی و عملی کیفیت کے اعتبار سے ان سے دعوتی معاملہ کیا جائے گا۔ مثلاً یہود انکار کے انتہائی مقام پر کھڑے نظر آتے ہیں جبکہ نصاریٰ میں اللہ کا خوف، انابت کا جذبہ، انسانی ہمدردی، رافت و شفقت اور خوف خدا کی کیفیت محسوس ہوتی ہے تو اس دوسرے گروہ کے ساتھ اپنائیت، ہمدردی اور امید ورجا کا سلوک کیا جائے گا۔ اسی طرح دوسرے انسانی معاشروں کے اندر بھی یہ تقسیم ہوگی۔ بلکہ اہل یہود کے وہ عناصر جن کے اندر حقیقت پسندی اور زندگی کی رمق نظر آئے تو ان کے ساتھ بھی موافقانہ معاملہ کیا جائے گا۔

سورہ آل عمران جس میں اہل کتاب کے دونوں بڑے طبقات یہود و نصاریٰ مخاطب ہیں لیکن دونوں کے ساتھ طرز تخاطب میں بین فرق محسوس ہوتا ہے۔ مباہلہ اور کلمہ سواء کی دعوت نصاریٰ کے لئے تو مفید ہے جبکہ یہود کے لئے غیر موثر ہے۔ اس متعین مثال سے ہر ملک اور ہر طبقہ کی آبادی کا تجزیہ کر کے حکمت عملی ترتیب دینی ہوگی۔ (ملاحظہ ہو سورہ آل عمران آیات ۷۵، ۷۶، ۷۷، اور آیات ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵)

آج بطور خاص مغربی ممالک کے درمیان درجہ بندی کی ضرورت ہے۔ تمام مغربی ممالک کو ایک صف میں نہیں رکھنا چاہئے، پھر ان ممالک کے حکمران ٹولے اور عوام کے درمیان فرق کرنا ہوگا۔ امریکی حکومت اور وہاں کی عوام کے درمیان الگ الگ رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ امریکی ارباب اقتدار اور در پردہ کارفرما یہودی لابی کا بھی منصفانہ تجزیہ کر کے ہر ایک کی اسلام دشمنی کے تناسب سے حکمت عملی ترتیب دینی ہوگی۔ یہ بات حکمت دعوت کے منافی ہے کہ جذباتی بنیادوں پر ہر ایک کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے لائحہ عمل ترتیب دیا جائے۔ " لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاریٰ، ذالک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون. واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تریٰ اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق، یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاھدین. وما لنا لا نومن باللہ وما جاء نا من الحق و نطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین. " (آل عمران ۸۲، ۸۳، ۸۴)

(۳۲) اہل کتاب کو منصبی ذمہ داریوں کی ادائگی کی تلقین۔

دنیا میں عموماً مذہبی طبقات اپنے مذاہب کا ایک فلسفہ اور اس کی تعلیمات رکھتے ہیں۔ اکثر

کا خیال ہے کہ ان کے پاس جو کتابیں یا تعلیمات ہیں وہ آسمانی اور خدا کی عطا کردہ ہیں۔ یہاں تک تو بات مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں اور مختلف اقوام میں اپنے انبیاء و رسل بھیجے اور ان کے ذریعہ اپنی ہدایات نازل فرمائیں۔ بعض انبیاء اور ان پر نازل شدہ کتابوں کے نام اور دیگر تفصیلات کا قطعی علم قرآن اور فرمودات رسول ﷺ کے ذریعہ دنیا کو حاصل ہو گیا ہے، لیکن ان مذکورہ کتب کے علاوہ دیگر کتب و صحف اور ہدایت ناموں کا بین دلیل کے بغیر انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ گویا معروفات اور حق و صداقت کی جو تعلیمات مذاہب کے حوالے سے دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ سب ذات باری تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں۔ گرچہ ہدایت ناموں اور نبیوں کی تعلیمات میں تحریفات کے ذریعہ بہت کچھ مسخ کر دیا گیا ہے تاہم بہت ساری صداقتوں کا اعتراف ہر مذہب اور ہر مذہبی کتاب میں موجود ہے۔

قرآن میں ان مذہبی طبقات سے دعوت کا یہ اسلوب جگہ جگہ ملتا ہے کہ انہی کی کتابوں اور مروج تعلیمات کے حوالے سے مذہبی طبقات کو اپنی ذمہ داریوں کی ادائگی کی جانب متوجہ کیا گیا ہے۔ اصولی طور پر وہ خود جن صداقتوں کے معترف ہیں ان کے اعمال اور ان کی زندگیاں ان تعلیمات سے متعارض اور متضاد ہیں۔ ایسے مواقع پر خود ان کے مسلمات کے حوالے سے ذمہ داریوں کی ادائگی، حق گوئی، حق پسندی، خوف خدا، استحضار آخرت وغیرہ کی تلقین ان کے درمیان دعوت دین کا موثر اسلوب ہے۔ مثلاً دور نبوی میں ایک طرف سیدنا حضرت محمد ﷺ واضح احکامات الٰہی پیش فرما رہے تھے دوسری طرف مخاطب کے درمیان مسلمات کے حوالے سے قبولیت حق یعنی اسلام قبول کرنے کی دعوت بھی دے رہے تھے۔ آپ اصولی تعلیمات سے ان کے انحرافات کھول کھول کر بیان کرتے اور کج فکری و کج روی سے باز آ کر بنیادی تعلیمات پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتے۔ مختلف اوقات میں یہ انداز یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ " قل یا اھل الکتاب لم تکفرون بآیات اللہ واللہ شھید علی ما تعملون. قل یا اھل الکتاب لم تصدون عن سبیل اللہ من آمن تبغونھا عوجا وانتم شھداء، وما اللہ بغافل عما تعملون. (آل عمران ۹۸، ۹۹) کہو، اے اہل کتاب، تم کیوں اللہ کی باتیں ماننے سے انکار کرتے ہو؟ جو حرکتیں تم کر رہے ہو اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ کہو اے اہل کتاب، یہ تمہاری کیا روش ہے کہ جو اللہ کی بات مانتا ہے اسے بھی تم اللہ کے راستے سے روکتے ہو اور چاہتے ہو کہ ٹیڑھی راہ چلے، حالاں کہ تم خود (اس کے راہ راست ہونے پر) گواہ ہو۔ تمہاری حرکتوں سے اللہ غافل نہیں ہے۔

(۳۲) لا اکراہ فی الدین (لا اکراھیت)

دین اسلام دنیائے انسانیت کے لئے بارگاہ رب العزت کے دربار کی ایک خوبصورت اور پرکشش سوغات ہے۔ یہ سوغات مسلمانوں کے توسط سے تمام بندگان خدا تک پہنچتی ہے۔ اب اس تحفہ کی پیش کش میں مسرت وشادمانی اور قلبی کشش وآمادگی ضروری ہے۔ ورنہ اس کی قدر ومنزلت متاثر ہوگی اور بسا اوقات سوغات سے نفرت بھی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اسلام کی دعوت کا ایک مسلم اصول یہ ہے کہ اس کی تبلیغ کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی یا ایسی کیفیت نہیں آنی چاہئے کہ مخاطب کے قلب میں اس کے لئے کراہیت کے جذبات نشوونما پائیں۔ اس مستقل اصول کی وسعت ومعنویت کا وسیع محل ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ داعی کو ہمیشہ اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ عوام کے درمیان اسے ایسے انداز اور موقع محل سے پیش کیا جائے جس میں کوئی چیز زبردستی تھوپنے کے مترادف نہ ہو۔ بسا اوقات جوش تبلیغ میں موقع بے موقع، آمادگی ہو کہ نہ ہو قبولیت کا رجحان ہو یا نہ ہو ایک سر میں آنکھ بند کر کے دعوت کا آغاز کر دیا جاتا ہے۔ مخاطب کے اندر بجائے آمادگی اور لپک کے اسے ایک بے تکی سر بجھ کر اکتاہٹ، گھبراہٹ بلکہ نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ صرف داعی ہی سے نہیں بلکہ اس قیمتی شے سے متنفر ہو جاتا ہے جس کی پیشکش کا انداز نامناسب اور بھونڈا ہو۔

دعوت دین کا بنیادی طریقہ کار خوشگوار ماحول میں ذہنی تسخیر کا ہے، اس کی رعایت انتہائی ضروری ہے۔ ورنہ مخاطب متنفر ہو جائے گا یا منافقانہ روش اختیار کرے گا۔ آپ کی ہر بات میں ہاں میں ہاں ملاتا جائے گا اور اس کا دل نفرت سے لبریز ہوتا جائے گا۔ " **لا اکراہ فی الدین ،قد تبین الرشد من الغی ،فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی، لا انفصام لھا ،واللہ سمیع علیم.** (البقرہ ۲۵۶) دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا ہے، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ (جس کا سہارا اس نے لیا ہے) سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

☆☆☆

خوشی کے آنسو

عبدالغفار عزیز☆

تیونس کے انتخابات کے نتائج

گندھے ہوئے سفید بالوں والے ایک ۷۰ سالہ تیونسی بابا جی مظاہروں کے لئے سڑکوں پر کھڑے نوجوانوں سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے: "نوجوانو! تیونس کو آج تم نے بچایا اور کامیاب بنایا ہے"۔ پھر اپنے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے: "ہم تو اسی تاریخی لمحے کی خاطر بڑھاپے کی نذر ہو چکے ہیں"۔ نوجوانوں نے اپنی تقریباً تین ہفتے کی تحریک اور سیکڑوں جانوں کی قربانیاں دے کر تیونسی ڈکٹیٹر زین العابدین بن علی کو تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک دیا۔ تقریباً ۱۰ ماہ کے بعد تیونس کی تاریخ میں پہلی بار آزادانہ انتخابات منعقد ہوئے۔ ذرائع ابلاغ نے آج پھر اسی تیونسی بابا جی کو تلاش کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ بن علی کے مظالم سے تنگ آ کر وہ سعودیہ چلے گئے تھے۔ محنت مزدوری کرتے رہے، پھر زیادہ مشقت کے قابل نہ رہے تو تیونس واپس آ کر آج کل ایک کیفے ٹیریا چلا رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے انھیں ان کا وہ جملہ یاد دلایا جسے ذرائع ابلاغ نے تیونسی تحریک کا عنوان بنا دیا تھا۔ بابا جی بے اختیار کہنے لگے: "وہ لمحہ واقعی تاریخی لمحہ تھا۔ تیونس اب اپنی تاریخ کا بالکل نیا باب رقم کر رہا ہے"۔ یہ کہتے ہوئے گندھے ہوئے بالوں والا بابا زار و قطار رونے لگا۔ لیکن آج اس کے یہ آنسو خوشی کے آنسو تھے۔ آج وہ اپنے ملک میں آزاد تھا اور ہزاروں شہریوں کو جیل میں ڈالنے والا اور لاکھوں شہریوں کو ملک بدر کرنے والا بن علی خود سعودی عرب میں پناہ لئے ہوئے تھا۔

آج بابا جی ہی نہیں، تیونس کا ایک ایک نوجوان آنکھوں میں خوشی کے آنسو لئے، دستور ساز اسمبلی کے انتخابات کے لئے ووٹ ڈال رہا تھا۔ الیکشن کا ڈھونگ تو بن علی بھی ہر چار پانچ سال بعد رچاتا تھا، لیکن اس کے نتائج پہلے سے طے اور معلوم ہوتے تھے۔ ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۱ء کے انتخابات کو عوام نے 'عید الانتخابات' (انتخابی عید) قرار دیا۔ ووٹ ڈالنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ شام

☆ پاکستان

سات بجے پولنگ کا وقت ختم ہو جانے کے بعد جو ووٹر انتخابی سٹیشن کے احاطوں میں آ گئے تھے وہ رات ۱۲ بجے تک ووٹ ڈالتے رہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ووٹنگ کا تناسب ۸۰ فیصد اور کئی علاقوں میں ۹۰ فیصد سے بھی زیادہ ہے۔ پورا انتخابی عمل پر امن رہا۔ لوگ دن بھر طویل قطاروں میں لگے رہے لیکن کہیں کوئی تشدد آمیز واقعہ پیش نہیں آیا۔

۲۰ر مارچ ۱۹۵۰ء کو فرانس سے آزادی حاصل ہونے کے بعد صرف بن علی اور اس کے پیش رو حبیب بورقیبہ ہی تیونس کے حکمراں رہے۔ دونوں کا سب سے بڑا ہدف بھی اسلام اور اسلام پسند افراد ہی رہے۔ بورقیبہ نے ۱۹۸۱ء میں صدارتی فرمان نمبر ۱۰۸ جاری کرتے ہوئے "فرقہ وارانہ لباس" پر پابندی عائد کردی تھی۔ اس قانون سے اصل مراد خواتین کے حجاب پر پابندی تھی۔ فرقہ واریت کا نام دیتے ہوئے حجاب کو ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ ۱۹۸۷ء میں جب بن علی نے اپنے گرو کا تختہ الٹا تو سب سے زیادہ سختی اسی قانون کو نافذ کرنے کے لئے برتی گئی۔ کسی بھی سرکاری دفتر، تعلیمی ادارے یا ہسپتال میں سر پر اسکارف لینے والی خواتین کا داخلہ سختی سے بند کر دیا گیا۔ سیکڑوں طالبات صرف اسکارف کی وجہ سے تعلیم سے محروم رہنے پر مجبور ہو گئیں۔ کئی خواتین ہسپتالوں کے دروازوں پر دم توڑ گئیں کہ وہ اسکارف اتارنے پر تیار نہ تھیں۔ نمازوں کے لئے مسجد جانے والے نوجوانوں کو چن چن کر جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ تیونس کی اسلامی تحریک کو کالعدم قرار دیا گیا۔ اس کے ۳۰ ہزار کارکنان گرفتار کر لئے گئے۔ سرکاری ذرائع ابلاغ اسے عالمی امن کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیتے رہے۔ بن علی کے جانے کے بعد آج پہلا انتخاب ہوا تو عوام نے اسی اسلامی تحریک کو سب سے زیادہ ووٹ ڈالے۔

تیونس کی آبادی ایک کروڑ ۲ لاکھ کے قریب ہے۔ ووٹروں کی تعداد ۴۱ لاکھ ہے۔ حالیہ انتخابات میں ۲۱۷ نشستوں پر چناؤ ہوا، جن کے لئے ۱۲ ہزار امیدواران میدان میں تھے لیکن انتخابات متناسب نمائندگی کی بنیاد پر ہوئے۔ بن علی کے دور میں صرف حکمراں پارٹی کا تسلط تھا۔ باقی یا تو برائے نام تھیں یا کالعدم قرار دے دی گئی تھیں۔ اب آزادی ملی تو ۱۵۰ سے زائد پارٹیاں وجود میں آ گئیں۔ انتخابات سے پہلے ہی سب کہہ رہے تھے کہ اسلامی تحریک نہضہ پارٹی سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھرے گی۔ ۱۹ر اکتوبر کو نہضہ پارٹی کے سربراہ شیخ راشد الغنوشی سے تفصیلی ملاقات ہوئی تو وہ بھی بتا رہے تھے کہ اگرچہ ہم گزشتہ ۲۰ برس سے ملک بدری اور کالعدم قرار دیے جانے کی قیمت چکا رہے تھے، ہماری مصروفیات بھی عملاً صرف یہ رہ گئی تھیں کہ اپنے گرفتار کارکنان کے اہل خانہ کی کچھ نہ کچھ

امداد کرتے رہیں، لیکن اب بحال ہوئے ہیں تو چند ماہ میں ہمارے تقریباً ۲۰ ہزار ارکان جماعت نے پورے ملک میں وسیع پیمانے پر عوامی تائید حاصل کرلی ہے۔ تحریک نہضہ کے مقابل کوئی قابل ذکر پارٹی نہیں رہی۔ اگر ہم سے ہماری کامیابی زبردستی نہ چھین لی گئی تو ہم سب سے بڑی پارٹی ہوں گے۔ ہم نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے کہ اپنی پارٹی کے دروازے پوری قوم کے لئے کھولتے ہوئے اور دیگر پارٹیوں کو بھی ساتھ ملاتے ہوئے آئندہ نظام حکومت میں ریڑھ کی ہڈی کا کام کریں۔

۲۴ر اکتوبر کو شیخ راشد الغنوشی کے دفتر سے موصول اطلاعات کے مطابق تحریک نہضت کو ۵۲ فیصد ووٹ اور ۲۱۷ میں سے ۱۱۵ نشستیں حاصل ہوئی ہیں۔ سادہ اکثریت تو الحمد للہ مل گئی، لیکن اب آئندہ مراحل مشکل تر ہیں۔

اب دستور ساز اسمبلی کو عبوری حکومت تشکیل کرنا اور ملک کو ایک نیا دستور دینا ہے۔ ایک سال کے بعد دستور پر ریفرنڈم اور پھر پارلیمانی و صدارتی انتخابات منعقد ہونا ہیں۔ یہ تمام مراحل مشکل تر ہیں۔ یورپ بالخصوص فرانس تیونس کے رگ و پے میں پنجے گاڑے ہوئے ہے۔ شیخ راشد غنوشی اور ان کے ساتھی بھی اللہ پر راسخ ایمان اور نظریات سے مکمل وابستگی کے ساتھ ساتھ حکمت اور وسعت قلبی سے پوری قوم کو ساتھ لے کر آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ حالیہ نتائج نے قوم کو مزید یکسو کیا ہے۔ عام شہری بھی کہہ رہے ہیں: "آج کا انتخاب اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے"۔ فرمان خداوندی کی حقانیت دنیا دیکھ اور تسلیم کر رہی ہے: ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین [القصص-۲۸/۵] "اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انھیں پیشوا بنا دیں اور انہی کو وارث بنائیں"۔

۲۰۱۱ء کے آغاز میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عالم عرب میں جبر و استبداد کے نظام سے نجات مل سکتی ہے۔ تیونس کے اسلام دشمن حکمران سے نجات ابر رحمت کا پہلا قطرہ تھا۔ آج وہاں کے انتخابی نتائج نے تبدیلی کے ایک اور سفر کا آغاز کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ انتخابی کامیابیوں کا یہ قافلہ اگلے ماہ مصر پہنچے گا اور اس کے چھے ماہ بعد لیبیا میں چار عشروں کے بعد، پہلے حقیقی انتخابات ہونا ہیں۔ آج وہاں بھی خوشی کے آنسو رواں ہیں۔

لیبیا میں قذافی کا زوال

لیبیا کے دوسرے بڑے شہر بن غازی کے بڑے میدان میں لاکھوں لوگ جمع تھے۔ جمہوری

کونسل کے سربراہ مصطفیٰ عبدالجلیل خطبہ حجۃ الوداع کا اقتباس پیش کرتے ہوئے کہہ رہے تھے:
''اے اہل لیبیا! ہمارے خون، ہمارے مال اور ہماری عزتیں ہم پر حرام کردی گئیں ہیں۔ ہمیں سب کی جان، مال، اور عزت کی حفاظت کرنا ہے۔'' انھوں نے گرفتاری کے بعد معمر القذافی اور اس کے بیٹے کے قتل کی مذمت کرتے ہوئے اس کی تحقیقات کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ ہم قذافی پر مقدمہ چلا کر ظلم کا حساب لینا چاہتے تھے، انھیں قتل کرنے میں ہمارا کوئی مفاد نہیں تھا، ہم تحقیقات کریں گے کہ انھیں کس نے اور کیوں قتل کیا۔ پھر جب انھوں نے اعلان کیا کہ اب ہم آزاد ہیں اور ہمیں ایک آزاد مسلمان شہری کی حیثیت سے فیصلے کرنا ہیں۔ گزشتہ حکومت نے ہم پر ظلم ڈھائے ہیں لیکن خبردار ہو کہ ہمیں کسی سے انتقام نہیں لینا، تو مجمع میں اکثر خواتین نے پہلے تو ہونٹوں پر ہاتھ کی پپی بناتے ہوئے عرب خواتین کا معروف اظہار مسرت بلند کیا اور ساتھ ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دیئیں۔ انھیں یقین نہیں آرہا تھا کہ جبر کا نظام ملد گیا لیکن خوشی کے آنسو ڈکٹیٹر سے نجات کا اعلان کر رہے تھے۔

۴۲ سال تک بلا شرکت غیرے سیاہ و سفید کا مالک بنے رہنے والا معمر القذافی عجیب شخص تھا۔ وہ ایک طرف تو مغرب اور اس کی پالیسیوں پر کڑی تنقید کرتا تھا۔ پوری دنیا میں انقلابی قوتوں کی حمایت کا اعلان کرتا، لیکن اپنے ملک میں لوگوں کی تمام تر آزادیاں سلب کیے ہوئے تھا۔ اگر اس کے ۴۲ سالہ اقتدار اور اس کے پورے نظام پر کوئی بات بھی نہ کریں، تب بھی گزشتہ فروری میں اپنے خلاف اٹھنے والی تحریک کے حوالے سے اس کی پالیسی ہی اس کا سب سے ناقابل معافی جرم قرار پاتا ہے۔ تحریک شروع ہوئی تو اسے القاعدہ اور دہشت گردوں کی تحریک قرار دیتے ہوئے سختی سے نمٹنے کا اعلان کر دیا۔ مظاہرے پھر بھی نہ رکے تو عوام سے مخاطب ہوتے ہوئے انھیں فرمایا: ''تم ہوتے کون ہو مجھ سے استعفا طلب کرنے والے...... میں اگر صرف تمہارے ملک کا سربراہ ہوتا تو استعفا تمہارے منہ پر دے مارتا۔ میں شہنشاہ افریقہ ہوں اور دنیا کے کروڑوں عوام میرے ساتھ ہیں۔'' پھر فوجوں کو حکم دیتے ہوئے کہا: ''یہ کاکروچ ہیں۔ چوہے ہیں۔ انھیں پٹرول چھڑک کر بھسم کردو''۔ رمضان المبارک کے آخر میں جب طرابلس پر بھی عوام کا قبضہ ہو گیا تب بھی قذافی نے آڈیو کیسٹ کے ذریعے تقریر جاری رکھی اور ہر بار لیبیا کے عوام کو 'جرذان' (چوہے) قرار دیتے ہوئے انھیں مار ڈالنے کا حکم ہی سناتے رہے۔ آخرکار جب پکڑے گئے تو ہاتھ میں سونے کا پستول تھا لیکن نالے کے ایک پائپ میں چھپے ہوئے تھے۔ گرفتار کرنے والے کئی جذباتی نوجوان چیخ کر کہہ رہے تھے یا جرذ ۔۔۔ یا جرذ، سبحان اللہ زندہ گرفتار کرنے کے بعد تشدد کرنا اور قتل کر دینا اسلام

کی جنگی تعلیمات کے یقیناً منافی ہے لیکن اولی الابصار کے لئے اس میں بھی بڑی عبرت ہے۔

ناٹو افواج کی بھرپور اور ہمہ جہت موجودگی بھی ایک بڑا سوالیہ نشان اور سنگین چیلنج ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اگر قذافی اتنا ظلم نہ ڈھاتا، اپنے ہی ملک پر فوج کشی کرتے ہوئے ہزاروں افراد کا قتل شروع نہ کر دیتا تو کسی ناٹو کو مداخلت کا بہانہ نہ ملتا۔ آخر تیونس اور مصر میں بھی تو عوامی تحریک ہی کامیابی سے ہم کنار ہوئی ہے اور کوئی بیرونی فوج براہ راست وہاں نہیں آسکی، حالانکہ اسرائیل کا پڑوسی ہونے کی وجہ سے مصر کی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔

حماس اور اسرائیل میں قیدیوں کا تبادلہ

عالم عرب کے انقلابات میں امریکا اور یورپ کے لئے سب سے اہم سوال اسرائیل کا دفاع اور اس کا مستقبل ہی ہے۔ اسرائیل کے حوالے سے اس ماہ اہم ترین پیش رفت حماس کے ساتھ قیدیوں کے تبادلے کا معاہدہ ہے۔ پانچ برس پہلے اغوا ہونے والے اسرائیلی فوجی گلعاد شالیت کی رہائی کے مقابل حماس نے ۱۰۲۷ قیدی رہا کروانے کا معاہدہ کیا ہے۔ ان میں سے ۴۷۷ قیدی رہا ہو چکے ہیں اور ۵۵۰ آئندہ ماہ رہا ہوں گے۔ دنیا کے تمام تجزیہ نگار اسے حماس کی عسکری، سیاسی اور اخلاقی کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ پانچ سال تک غزہ ہی میں رکھے جانے کے باوجود اسرائیل اپنے تمام تر جاسوسی اور عسکری جبروت کے باوجود اپنے فوجی کا سراغ نہیں لگا سکا۔ جنگ سمیت مختلف مراحل سے گزرنے کے باوجود حماس نے بے صبری نہیں دکھائی اور بالآخر زیادہ سے زیادہ تعداد میں قیدی رہا کروا لئے۔ اخلاقی بلندی اتنی کہ حماس نے اپنے کارکنان سے زیادہ دوسری تنظیموں کے قیدی رہا کروائے۔ اس معاہدے میں مصر کا کردار بھی مثبت رہا ہے۔ پہلے بھی کئی بار مذاکرات ہوئے لیکن ہر بار حسنی مبارک انتظامیہ نے صرف اس وجہ سے کوئی نہ کوئی رکاوٹ کھڑی کر دی کہ قیدیوں کی رہائی کا تمام تر سہرا حماس کے سر بندھے گا۔

اہل فلسطین اس معاہدے کو عرب انقلاب کے اہم ثمر کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ رہائی پانے والوں میں ایسے ایسے قیدی ہیں کہ جنھوں نے آزادی کا سوچنا تک چھوڑ دیا تھا۔ سب سے پرانے فلسطینی قیدی نائل البرغوثی ۳۳ برس قید کے بعد باہر آئے ہیں تو پوری تبدیلی ہو چکی ہے۔ اس کا شیر خوار بیٹا اب خود بچوں کا باپ بن چکا ہے۔ ۳۱ سالہ خاتون قیدی احلام التمیمی ۱۰ سال سے قید تھی اور اسے ۱۶ بار عمر قید یعنی تقریباً ۲۰۰ سال قید کی سزا سنائی جاچکی تھی۔ اسرائیل کی تاریخ میں اتنی لمبی سزا کسی کو نہیں سنائی گئی۔ وہ بھی رہا ہو کر اہل خانہ میں آچکی ہیں۔ احلام سمیت تمام قیدیوں نے ایک ہی

بات کی کہ اسرائیل صرف طاقت کی زبان سمجھتا ہے۔ حماس کے شکر گزار ہیں کہ وہ دشمن سے اس کی زبان میں بات کر رہی ہے۔ صحافی نے احلام سے پوچھا: ''خود آپ نے یہ ساری مدت کیسے گزاری؟'' فوراً کہنے لگی: ''اپنے اللہ کے ساتھ رہ کر۔ اگر ایمان کی دولت نہ ہوتی تو آج میں تمہارے سامنے نہ ہوتی''۔ ایک اور قیدی حسن سلامہ کا استقبال کرنے کے لیے، اس کی بوڑھی والدہ خود سرحد پر آئی ہوئی تھی۔ ان سے پوچھا گیا: ''اماں جی! کیا آپ کو امید تھی کہ بیٹا رہا ہو جائے گا؟ کہنے لگیں: ''جب سے بیٹا جیل میں گیا تھا، ایک دن کے لیے بھی دل کی یہ امید نہیں ٹوٹی کہ بیٹا ضرور رہا ہوگا''۔ واضح رہے کہ حسن ۳۰ سال بعد رہا ہوا تھا، گزشتہ پانچ سال تو مکمل قید تنہائی میں گزارے۔ اہل خانہ تو کجا جیل میں موجود قیدی بھی ملاقات نہ کر سکتے تھے۔ آج جب ماں کہہ رہی تھی ۳۰ سال میں ایک دن بھی امید کی لڑی نہیں ٹوٹی تو ساتھ ہی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہو گئی۔ خوشی کے آنسوؤں کی!

(بشکریہ ماہنامہ ترجمان القرآن، نومبر ۲۰۱۱ء)

☆☆☆

ذکر: معنی و مفہوم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واذکر ربک اذا نسیتہ

یعنی ذکر میں محویت کا عالم یہ ہو کہ ذکر کے دوران سب کچھ فراموش کر دیا جائے، نہ اپنا کچھ یاد رہے نہ غیر کا حتیٰ کہ ذکر کے دوران ذکر کا بھی دھیان نہ آئے، پھر ہر ذاکر کا اللہ ذکر کرتا ہے تو اللہ کے ذکر کو سننے میں ایسا استغراق ہو کہ اس کے علاوہ ہر ذکر نسیاً منسیا ہو جائے۔ اس کے تین درجات ہیں: پہلا درجہ ذکر کا حمد و ثنا اور دعا ہے، یہ ذکر ظاہری ہے۔ دوسرا درجہ ذکر خفی کا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے مشاہدہ اور اس سے گفتگو میں محو ہے اور کبھی اس میں تکان اور کمزوری نہ آئے۔ تیسرا درجہ ذکر حقیقی کا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ اپنا ذکر کرنے والوں کا خود ذکر کرتا ہے ذاکر اپنے ذکر کو نسیاً منسیا کر کے صرف اللہ کے ذکر پر اپنے خیال و فکر کو اس طرح جما دے کہ گویا وہ اپنے کانوں سے اس کو سن رہا ہے اور آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔

عصر حاضر کا فرعون

فادی شامیہ

۸ رمئی ۲۰۱۱ء کو شہر بانیاس کے ایک شامی متحرک کارکن کے مکان پر کچھ مسلح فوجیوں نے دھاوا بول دیا اور اسے گرفتار کر شہر کے اسٹیڈیم لے گئے، جہاں تقریباً ۲۰۰۰ ہزار لوگوں کو قید کر رکھا گیا تھا، ان کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی تھیں اور ہاتھ بیڑیوں میں جکڑے تھے۔ فعال کارکن محمد نے اپنے رہائی کے بعد اخبار الشرق الاوسط کے ۲۰/۶/۲۰۱۱ء شمارے میں دیے گئے بیان میں اپنی گرفتاری اور اپنے ساتھ ساتھ والد کو بھی زدوکوب کرنے کی داستان کا خلاصہ کیا۔

ایسے حالات میں انسانیت سوز ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا کوئی نئی بات نہیں، لیکن یہاں محمد نے جو بیان کیا وہ لائق توجہ ہے کہ کیسے وہ زمین پر گر پڑے جب فوجی ان کے سر پر چڑھ گئے اور سوال کیا: تمہارا سردار کون ہے؟ میں نے جواب دیا: ''آل الاسد''۔ فعال کارکن محمد نے بتایا کہ میرے نزدیک ہی ایک دوسرا فوجی کسی دوسرے گرفتار شدہ شخص سے پوچھ رہا تھا: ''تمہارا رب کون ہے؟'' اور فوجی اسے مارتے رہے یہاں تک کہ اس نے اقرار کر لیا کہ 'بشار الاسد' ہی خدا ہے۔ محمد کہتے ہیں کہ وہ ہمیں مارتے رہے اور ایک فوجی چیخ چیخ کر ہم سے کہنے لگا: ''اللہ تمہارا رب ہے اور 'بشار' ہمارا، دیکھتے ہیں کامیابی کس کے ہاتھ آتی ہے، تم لوگ ملک کے نظام کو درہم برہم کرنے پر تلے ہو حالانکہ اللہ بھی ایسا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ کیا تمہیں پتہ نہیں کہ اللہ نے ہی 'بشار الاسد' کو الوہیت کے منصب پر فائز کر دیا ہے؟!

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات و منات

اس واقعہ کے بعد ہی دنیا نے اس مشہور ٹیپ کو (۳۱/۸/۲۰۱۱ء) دیکھا جس میں شام کے فوجی ایک شامی کو پیٹ رہے ہیں اور اسے یہ کہنے پر مجبور کر رہے ہیں (لا الہ الا بشار الاسد) یعنی بشار الاسد ہی خدا ہے۔ اور (لا الہ الا ماہر الاسد) ماہر الاسد ہی خدا ہے۔ ایسے ہی ایک ٹیپ میں ایک بچہ کو مار مار کر اسے مجبور کرتے ہوئے دکھایا گیا کہ وہ اپنے رب 'بشار' کے سامنے

سجدہ ریز ہو، لیکن اس ظلم وستم کا انجام کچھ یوں ہوا کہ ننھے بچے نے بشار الاسد کی تصویر پر تھوک کر اپنے پختہ ایمان باللہ کا اعلان کر دیا۔

اس گھناؤنے عمل سے یہ بات تو عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ پوری فوج کا طرز عمل نہیں ہے، بلکہ اسے پوری فوج پر تھوپا گیا ہے (نظام حکومت کی ایک ٹولی نے ٹھان لیا ہے کہ اعلیٰ افسران کی اکثریت علوی فرقہ کی ہمنوا بن جائے) یہ اس ٹریننگ کا نتیجہ ہے جو فوج کا ہر فرد اور بطور خاص اعلیٰ افسران حاصل کرتے ہیں۔ اس ٹریننگ میں کفریہ کلمات دہرائے جاتے ہیں خواہ سنجیدگی یا ہنسی مذاق کے طور پر یا پھر اطمینان یا غضبناکی کی حالت میں۔ ایسے الفاظ فوجی آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرنے کے لئے عام طور سے استعمال کرتے ہیں اور یہ سب ایسی باتیں ہیں جن سے شام کے حالات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص بخوبی واقف ہوگا۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ایمانی تربیت، جو شامی معاشرہ کا طرۂ امتیاز ہے فوج کی اکثریت کے یہاں موجود ہے۔ اس کے باوجود کہ فوجیوں کو جو ٹریننگ دی جاتی ہے، اس کا مقصد ملک کے لئے فوج تیار کرنے سے کہیں زیادہ حکمراں کا غلام بنانا ہوتا ہے۔

اس طرح کی ٹریننگ کا ہی نتیجہ ہے کہ مسجدوں اور مناروں کو توپوں کا نشانہ بنانے یا شب قدر جیسی باعظمت رات میں بھی ان کی بے حرمتی کرنا ان فوجی ٹکڑیوں کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ جس کا مشاہدہ شام کے اکثر حصوں میں ہوتا رہا ہے۔

شام کی موجودہ صورت حال سے ناواقف لوگوں کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ وہاں کے انقلاب پسندوں کا نعرہ ہے: "لن نرکع الا للہ" یعنی ہم صرف اللہ ہی کے آگے جھکیں گے۔ واضح رہے کہ یہاں 'رکوع' سے مراد محض مجازی معنی 'انکساری وفروتنی' ہی نہیں بلکہ مادی معنی بھی ہے۔ جس کے مطابق چند ابن الوقت اور تعصب پسندوں کا ایک گروہ بشار الاسد کی تصویر کے سامنے سجدہ کر کے اس سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے اور نتیجتاً لوگوں کو ان کے دین کے تعلق سے فتنہ میں مبتلا کر رہے ہیں۔

اس طرح کے واقعات اس کثرت سے پیش آ چکے ہیں کہ ان کا شمار بھی ناممکن ہے۔ خواہ اس کا تعلق مسجدوں پر حملہ آور ہونے اور ان کی تخریب کاری اور ان کی دیواروں پر کفریہ کلمات لکھنے کے واقعے سے ہو، جس کی مثال ۱۵ ار اکتوبر ۲۰۱۱ء کو حمص کے باب السباع محلہ کی مسجد 'المریجہ' ہے جس پر حملہ بول کر اس کی تخریب کاری کی گئی اور دیواروں پر "بشار رب سوریة فلا تعبدوا سواہ" لکھا گیا یا پھر ۷ر اگست ۲۰۱۱ء کو شہر حماۃ پر حملہ آور ہو کر شعائر اسلام کا مذاق اڑانے اور دیواروں پر کفریہ

کلمات لکھنے کا واقعہ ہو جس میں احادیث رسول ﷺ کا استہزاء کیا گیا اور وہ حدیث ہے "بشار سنضعه مكان الله" جلد ہی ہم بشار کو اللہ کا مقام عطا کریں گے۔ (واضح رہے کہ اس حدیث کے راوی خود بشار الاسد کے فوجی ہیں۔)

ذات الٰہی کی تحقیر وتذلیل فوج تک ہی محدود نہیں بلکہ بعث پارٹی کے پڑھے لکھے حلقوں میں بھی یہ چیز عام نظر آتی ہے اور یہ محض نجی مجلسوں تک ہی منحصر نہیں بلکہ میڈیا کی اسکرینوں پر اس باطل نظام کا کوئی نہ کوئی فرد انٹرویو کے دوران کفریہ کلمات بکتے ہوئے ہر وقت نظر آتا ہے اور معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ نیٹ کی مشہور ومعروف ویب سائٹ facebook جسے روزانہ اربوں لوگ پڑھتے اور استعمال کرتے ہیں اس پر ایک نئے صفحہ کا آغاز کیا گیا جس کا عنوان ہے: "انا عبد رجلك الصغيرة يا ربي بشار الاسد" یعنی اے میرے رب بشار الاسد! میں تیرا حقیر ترین غلام ہوں۔ روزانہ سیکڑوں ماہرین اس صفحہ کی زیارت کرتے ہیں اور آیات واحادیث کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں گویا بشار الاسد ہی خدا ہو۔ قارئین اسے مندرجہ ذیل پتہ پر خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں: http://www.facebook.com/bashar.killed.godsk=wall

یہ دردناک واقعات صرف دینی اعتبار سے ہی ناپسندیدہ نہیں بلکہ اس لحاظ سے بھی قبیح ہیں کہ یہ ایسے مسلم ملک میں وقوع پذیر ہو رہے ہیں جس کا نظام اس کی اجازت نہیں دیتا اور کتاب اللہ کی توہین یا اسلام کے کسی شعائر سے کھلواڑ کے وقت مسلمانوں کو تمام وسائل کو دیکھتے ہوئے جس اظہار ناپسندیدگی کی لہر کی امید تھی اس کا کہیں پتہ بھی نہیں چلا اور یہ نہایت ہی افسوسناک بات ہے۔

کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

اور اس سے زیادہ قابل افسوس بات ہو بھی کیا سکتی ہے کہ سوریا جیسے اہم اور بڑے ملک میں اس قدر قبیح اور باطل نظام کی حکمرانی ہو جو نہ صرف بندوں کی آزادی بلکہ الوہیت وربانیت کا بھی دشمن ہو۔

وہی حرم ہے، وہی اعتبار لات ومنات

خدا نصیب کرے تجھ کو ضربت کاری!

ایسے میں اس باطل نظام کے نیست ونابود ہونے میں بھی کوئی شک وشبہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ "كتب الله لأغلبن أنا و رسلي ان الله قوي عزيز" [المجادلة:۲۱] اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ بے شک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زورآور اور غالب ہے۔

نہ جا اس کے تحمل پہ کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی ☆ ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

ٹورنٹو کی ایک مسجد کا قصہ

عبدالحمید جاسم البلالی

ٹورنٹو اٹلی کا ایک خوبصورت شہر ہے، اس کی دلفریب پہاڑیوں کا سلسلہ جبل الالپ سے ملا ہوا ہے۔ جس کی سحر آفریں خوبصورتی کی منظر نگاری سے شعراء اور انشاء پرداز قاصر رہے ہیں، یہاں ایک قدیم مسلم آبادی ہے جسے اہل وطن سے باحکمت طریقہ سے پیش آنے اور ان کے سامنے اسلام کی عمدہ تصویر پیش کرنے کا ہنر معلوم ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل شہر مسلمانوں کو عزیز رکھتے ہیں اور کئی واقعات ایسے پیش آئے ہیں جس کے حل کرنے کے لئے انھوں نے مسلمانوں کی مدد بھی کی۔

اس مسلم آبادی میں ایک مسجد تھی، جو اب نمازیوں کی روز افزوں تعداد کے باعث تنگ ہونے لگی تھی، لہذا انھوں نے دوسری زمین خرید کر ایک نئی جامع مسجد تعمیر کرانے کا تہیہ کیا جو نمازیوں کی بڑھتی تعداد کے لئے کافی ہو۔ بعض تعصب پسند عیسائیوں کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے اسلام مخالف بینر تلے تعمیر مسجد کے خلاف مظاہرہ کرنا شروع کر دیا اور شہر کے چیئرمین اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس مسجد کی تعمیر پر روک لگائی جائے۔ اس کا مسلمانوں کے پاس کوئی حل موجود نہ تھا۔ تبھی اس اسلام مخالف مظاہرہ کے ٹھیک دوسرے دن اس سے تین گنا بڑا مظاہرہ ہمدردان اسلام نے تعمیر مسجد کی حمایت میں کیا اور ان کے ساتھ لہراتی تختیاں تھیں جو شہر کے مسلمانوں کے پاک کردار کی مدح و توصیف سے مزین تھیں اور صرف یہی نہیں بلکہ انھوں نے ایک پادری کو اسی کام پر لگایا کہ وہ کنیسہ میں عبادت کے لئے آنے والے لوگوں سے تعمیر مسجد میں حصہ لینے کے لئے رقم جمع کرے۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

ایسا ہی نتیجہ سامنے آتا ہے جب ہمارے دل و دماغ میں یہ آفاقی نقطہ جا گزیں ہو جاتا ہے کہ حسن اخلاق اور صاف وشفاف معاملہ کے ذریعہ اس دین کو دوسروں تک کیسے پہونچانا ہے اور جب بھی دعوت اسلامی یا زندگی کے کسی شعبہ میں یہ اٹل اور غیر متغیر نبوی اصول کارفرما ہوگا" کہ نرمی جس چیز میں بھی ہوگی اسے زینت بخشے گی اور جہاں سے بھی اوجھل ہوگی اسے عیب دار بنا دے گی"

تو نتیجہ ہمیشہ ثمر آور ہی ثابت ہوگا۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اللہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی، یقیناً اسے بڑے خیر سے نوازا گیا اور نصیحت تو صرف عقلمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔"

[البقرہ:۲۶۹]

تاریخ کے صفحات اس طرح کی مثالوں سے بھرے پڑے ہیں کہ غیر مسلموں کی بڑی تعداد مسلمانوں کے حسن اخلاق اور عمدہ سلوک سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئی، نہ کہ بحث و مباحثہ اور تقریر و مناظرہ کے ذریعہ۔

ہمہ آہوان صحراء سر خود نہادہ بر کف
بہ امید آنکہ روزی بہ شکار خواہی آمد

اور اس سے رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ: "سچا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

☆☆☆

صبر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واصبروا وما صبرک الا باللہ

صبر یہ ہے کہ کسی تکلیف پر اندرونی بے قراری پر نفس کو قابو میں رکھا جائے، اس کے تین درجات ہیں:

(۱) معصیت سے اجتناب پر صبر (۲) اطاعت پر صبر (۳) مصائب پر صبر۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اصبروا یعنی مصائب پر صبر کرو، صابروا: گناہوں سے بچے رہنے پر صبر، رابطوا: اطاعت وبندگی پر جمے رہو۔

صابئہ مندائیہ (۲)

ابوارقم فلاحی ٭٭

صابئہ کی مقدس کتابیں

صابئہ کے یہاں مقدس کتابیں بارہ ہیں۔ یہ سامی زبان میں لکھی ہوئی ہیں جو سریانی زبان سے ملتی جلتی ہیں۔

۱—کنزا ربا: اس کے لغوی معنی ہیں "عظیم کتاب" صابئہ کا اعتقاد ہے کہ یہ اصلاً آدم علیہ السلام کو دیے گئے آسمانی صحیفے ہیں، اس کے محتویات اور عناوین متنوع ہیں۔ تخلیق کائنات، مخلوقات کا حساب وکتاب، دعائیں اور مختلف قصوں پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ عراقی میوزیم میں اس کا مکمل نسخہ موجود ہے۔ 1815ء میں یہ کتاب کوپن ہیگن سے اور ۱۸۶۷ء میں یہ کتاب لایپزیگ سے شائع ہوئی ہے۔

۲—دراشہ ادیھیا: یعنی یحییٰ علیہ السلام کی تعلیمات۔ یہ کتاب یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات اور آپ کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔

۳—القلستا: عقد نکاح کی کتاب: اس کتاب میں عقد شرعی، خطبۂ نکاح اور مختلف دینی جشنوں کا بیان ہے۔

۴—سدرۃ انشماتا: اس کتاب میں بپتسمہ، تدفین، سوگ کے مسائل اور روح کے عالم اجساد سے عالم انوار تک جانے کی کیفیت کا بیان ہے، عراقی میوزیم میں اس کا ایک جدید نسخہ پایا جاتا ہے جو مندائی زبان میں لکھا ہوا ہے۔

۵—کتاب الدیونان: اس میں مختلف قصے اور بعض روحانیوں کی سوانح حیات مع تصاویر درج ہیں۔

۶—کتاب اسفر ملواثة: اس کے لغوی معنی سفر البروج کے آتے ہیں، علم نجوم کے ذریعہ مستقبل

٭٭ استاذ تفسیر وادیان، جامعۃ الفلاح، اعظم گڑھ

کے امور وحادثات کی معرفت کے ذرائع اور طریقوں کے بیان پر یہ کتاب مشتمل ہے۔

۷—کتاب النیانی: اس کے معنی ہیں ترانے اور دینی اوراد۔ عراقی میوزیم میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

۸—کتاب قماھاذھیقل زیوا: دو سو سطروں پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ اسے حجاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں صابئہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص اس کو اٹھائے ہوئے ہو اس پر آگ یا ہتھیار موثر نہیں ہوتا۔

۹—تفسیر بغرہ: انسانی جسم کی ساخت اور اس کی بناوٹ پر مشتمل ہے اور ہر طبقہ کے لئے مناسب غذاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۱۰—کتاب ترسسر ألف شیالہ: بارہ ہزار سوالوں پر مشتمل کتاب۔

۱۱—دیوان طقوس التطهیر: تعمید، بپتسمہ کے مختلف طریقوں کے بیان پر مشتمل ہے۔

۱۲—کتاب کداواکدنیانا: پناہ اور تعوذ کی کتاب

علماء کے مراتب اور ان کے فرائض

مذہبی رہنما بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص جسمانی لحاظ سے صحیح سالم اور اس کے حواس خمسہ بالکل درست ہوں۔ شادی شدہ اور بااولاد ہو، ختنہ شدہ نہ ہو۔ صابئہ کے یہاں پر سل الاہ میں انھیں کے علماء کا سکہ چلتا ہے (جیسے پیدائش، بچے کا نام رکھنا، بپتسمہ، شادی، نماز، ذبح اور جنازہ وغیرہ) ان کے چھ مراتب ہیں۔

۱—حلالی: اسے الشماس بھی کہتے ہیں، جنازے کی رسموں کو انجام دیتا ہے، ذبح کی سنتوں کو قائم کرتا ہے۔ اسے کنواری لڑکی سے ہی شادی کا حق ہے، شادی شدہ سے نہیں۔ اگر شادی شدہ عورت سے شادی کرے تو یہ اپنے مقام کو کھو دے گا اور اسے اپنے فرائض کو انجام دینے سے روک دیا جائے گا اور اس غلطی کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اور اس کی بیوی ۳۶۰ بار بہتی نہر میں غسل کریں۔

۲—الترمیدہ: حلالی جب دونوں مقدس کتابوں (اونشاما اور النیانی) پر عبور حاصل کرلے تو عبادت گاہ میں موجود پانی میں غسل کرے اور سات دن بیدار رہے، ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھ نہ جھپکے کہ مبادا احتلام نہ ہو جائے تو وہ حلالی کے مقام سے ترقی کرکے ترمیدہ کے مقام پر پہنچ جائے گا۔ اس کی ذمہ داری صرف کنواری لڑکیوں کا عقد کرانا ہے۔

۳—الأبیسق: وہ ترمیدہ جو بیوہ عورتوں کا عقد کرائے، وہ ترمیدہ سے ابیسق کے مقام پر پہنچ

جاتا ہے اور پھر ہمیشہ اسی مرتبہ پر قائم رہتا ہے۔

٤-الکنزبرا: وہ فاضل ترمیدہ جس نے کبھی بیوہ عورتوں کا عقد نہ کرایا ہو اور اپنی مذہبی کتاب 'کنزا ربا' اس نے یاد کر لی ہو، وہ اس مقام پر پہنچ جائے گا اور اسے اپنی مقدس کتاب 'کنزا ربا' کی تفسیر کا حق حاصل ہو جائے گا۔ نیز اسے بہت سارے اختیارات مل جائیں گے یہاں تک کہ اگر وہ اپنی قوم کے کسی فرد کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ وہ خدا کی جانب سے اپنی قوم پر وکیل بنایا گیا ہے۔

٥-الریش أمة: یعنی رئیس امت اور وہ جس کا فرمان امت میں نافذ العمل ہوتا ہے۔ صابۂ کے یہاں عصر حاضر میں کوئی رہنما اس مقام پر نہیں پہنچ پایا ہے، کیونکہ اس مقام تک پہنچنے کے لئے وافر علم اور ممتاز قدرت وصلاحیت کی ضرورت پڑتی ہے۔

٦-الربانی: صابۂ مذہب کے مطابق اس مقام پر صرف یحییٰ علیہ السلام ہی پہنچ سکے ہیں، نیز اس مقام پر بیک وقت دو افراد نہیں پہنچ سکتے۔ ربانی عالم انوار میں رہتا ہے اور اپنی امت کو دین کی تعلیم و تبلیغ کے لئے زمین پر اترتا ہے اور پھر دوبارہ اپنے نورانی عالم میں پہنچ جاتا ہے۔

عبادات اور اس کے طریقے

مندی: صابۂ کی عبادت گاہ کو "مندی" کہتے ہیں، یہیں ان کی مقدس کتابیں رکھی جاتی ہیں اور مذہبی رہنماؤں کا چسمہ بھی اسی کے اندر انجام پاتا ہے۔ 'مندی' بہتی ہوئی دریاؤں کے داہنے ساحل پر تعمیر کیا جاتا ہے اور ایک نہر دریا سے اندر لائی جاتی ہے۔ اس میں صرف ایک ہی دروازہ جنوبی سمت میں ہوتا ہے تاکہ عبادت گاہ میں داخل ہونے والے کا رخ قطب شمالی کے ستارہ کی جانب رہے۔ عبادت گاہ میں عورتیں داخل نہیں ہو سکتیں۔ غسل اور عبادت کے لمحوں کے دوران عبادت گاہ کے اوپر "دیچی" کے جھنڈا کا لہرانا لازمی ہے۔

نماز: نماز دن میں تین بار طلوع آفتاب سے کچھ پہلے، زوال آفتاب کے وقت اور غروب سے چند لمحے پہلے ادا کی جاتی ہے۔ اتوار کے دن اور تیوہاروں کے موقعہ پر جماعت کے ساتھ نماز کی ادائگی مستحب ہے۔ نماز، قیام وقعود، رکوع اور جلسہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ البتہ اس میں سجدہ نہیں کیا جاتا۔ تقریباً سوا گھنٹے تک جاری رہتی ہے۔ اس میں نمازی ننگے قدم، پاک لباس میں سات قرأت کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کے ساتھ عالم انوار سے جانے کی راہ آسان کرنے کی خصوصی دعا بھی شامل ہوتی ہے۔

روزہ: صابۂ روزہ کو حرام مانتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک روزہ رکھنا حلال اشیاء کو حرام قرار دینا ہے جو کسی انسان کے لئے جائز نہیں ہے۔ البتہ ان کے یہاں پہلے دو طرح کا روزہ مشروع تھا۔

١-بڑا روزہ: اس سے مراد کبائر سے اجتناب اور گندی خصلتوں سے چھٹکارہ حاصل کرنا ہے۔

٢-چھوٹا روزہ: اس میں وہ سال بھر میں منتشر ٣٢ دنوں میں حلال گوشت کو کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔

ابن الندیم (٣٨٥ھ) نے اپنی کتاب "الفہرست" میں اور ابن العبری (٦٨٥) نے "تاریخ مختصر الدول" میں لکھا ہے کہ قدیم زمانے میں صابۂ ہر سال تیس دن کے روزے رکھتے تھے۔

طہارت: طہارت مرد و عورت سب پر فرض ہے۔ طہارت وپاکی اس پانی سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے جو اپنے طبعی وفطری منبع سے منقطع نہ ہوا ہو۔ غسل جنابت کا طریقہ یہ ہے کہ غسل کی نیت سے تین بار پانی میں ڈبکی لگائے اور قطب شمالی کے ستارہ کی جانب رخ کر کے وضو کرے، ان کے یہاں وضو کا طریقہ مسلمانوں کے وضو سے ملتا جلتا ہے۔ وضو کے دوران متعدد دعاؤں کا التزام کیا جاتا ہے۔

نواقض وضو میں پیشاب، مثلاً اس اور ہوا کا خروج ہے۔ حائضہ اور دم نفاس میں مبتلا عورت کو چھونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

فقہ صابئی کے اہم احکام و مسائل

دوشیزگی کی تحقیق وتفتیش: ہر کنواری دولہن کو دولہے کے حوالہ کرنے سے پہلے اور اس کو چسمہ دینے کے بعد اپنی دوشیزگی کا ثبوت دینا پڑتا ہے جس کی تفتیش کنزبرا کی والدہ یا بیوی انجام دیتی ہے۔

حد زنا: زانیہ عورت کو قتل نہیں کیا جاتا ہے بلکہ چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کے لئے توبہ ممکن ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بہتے ہوئے پانی میں غسل کرے۔

طلاق: صابی مذہب میں طلاق غیر مشروع ہے، اگر شوہر یا بیوی میں شدید اخلاقی گراوٹ پائی جائے تو ایسی صورت میں کنزبرا کے توسط سے زوجین کے درمیان تفریق کرادی جاتی ہے۔

مندائی سال: مندائی سال ١٢ ماہ اور تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے۔ ہر ماہ میں تیس دن ہوتے ہیں۔ البتہ یہ لوگ ہجری تاریخ کو بھی صحیح مانتے ہیں اور اس کو استعمال کرتے ہیں، کیونکہ محمد عربی ﷺ

کی آمد کی پیش گوئیاں ان کی مقدس کتابوں میں مرقوم ہیں۔

اتوار کی تقدیس: عیسائیوں کی طرح اتوار کے دن کی تقدیس کے قائل ہیں اور اس دن وہ کوئی بھی کام انجام نہیں دیتے۔

نیلا رنگ: نیلے رنگ سے انھیں شدید نفرت ہے، نیلے رنگ کو یہ مطلقاً نہیں چھوتے۔

غیر شادی شدہ شخص کا حکم: شادی ہر صابئی پر فرض ہے، اگر کوئی شخص مجرد رہے، شادی نہ کرے تو ایسے شخص کو نہ تو دنیا میں جنت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی آخرت میں اسے جنت ملے گی۔

کاہنوں کا مقام: صابئہ کے یہاں کاہنوں کا مقام کافی بلند ہے۔ علم نجوم کے ذریعہ مستقبل کے حادثات کی پیشن گوئی کو مذہبی تقدس حاصل ہے، اسی لئے نوجوان مرد اور عورتیں شادی سے پہلے اور تجارت وغیرہ کے لئے نکلنے سے پہلے کاہنوں کے پاس جاتے ہیں تاکہ شادی اور سفر کے مبارک دن کا پتہ حاصل کرسکیں۔ کاہن انھیں علم نجوم کے ذریعہ اس کی خبر دیتے ہیں۔

تعدادِ ازدواج: مرد کے لئے حسب استطاعت جتنی وہ شادی کرنا چاہتا ہے، جائز ہے۔

دوا کی حرمت: یہ لوگ دوا نہیں پیتے، البتہ تیل و مرہم وغیرہ کے استعمال پر کوئی حرج نہیں۔

ذبیحہ اور اس کا طریقہ: یہ لوگ صرف اسی ذبیحہ کو کھاتے ہیں جسے عالم دین نے ذبح کیا ہو، اس کا طریقہ یہ ہے ذبح کرنے والا پہلے خود وضو کرتا ہے پھر جانور کو تین بار پانی میں ڈبوتا ہے اور اس دوران چند دینی اذکار کی تلاوت کرتا ہے اور پھر شمال کی جانب رخ کر کے اسے اس طرح ذبح کرتا ہے کہ اس کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ جائے۔ غروب آفتاب کے بعد یا طلوع آفتاب سے قبل جانور کو ذبح کرنا حرام ہے۔ البتہ عید پنجہ کے دن جائز ہے۔

مخصوص لباس: ہر دینی مجلس کے لئے مخصوص لباس متعین ہے اور ہر مرتبہ کے عالم کا لباس بھی ممتاز اور جدا ہے۔

بے اولاد شخص کا مسئلہ: اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے تو اسے "مطہر" پاکی حاصل کرنے کی جگہ سے گزارا جاتا ہے تاکہ وہ وہاں چند روز رہ کر عالم انوار میں منتقل ہو سکے اور پھر وہ ان کے عقیدہ کے مطابق جسمانی روپ میں تشریف لاتا ہے کیونکہ اس کی روح کوئی جسمانی روپ دھار لیتی ہے، چنانچہ وہ شادی بھی کرتا ہے اور بچے بھی پیدا کرتا ہے۔

ترکہ: ترکہ صرف بڑے بیٹے کا حق ہے، البتہ مسلمانوں کے پڑوس میں رہنے کی بنا پر

انھوں نے اسلامی قوانین میراث کو اپنا لیا ہے۔

اصطباغ اور اس کی قسمیں: اصطباغ یعنی چتسمہ [توبہ کی نیت سے تر و تازہ پانی میں غوطہ لگانا] اس مذہب کی اہم ترین رسم ہے، جو زندہ پانی میں ہی کیا جاسکتا ہے۔ کوئی بھی عبادت یا رسم اس کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی خواہ گرمی کا موسم ہو یا سردی کا۔ البتہ عصر حاضر میں ان کے مذہبی رہنماؤں نے اب غسل خانوں میں بھی اس رسم کی ادائگی کی اجازت دے دی ہے اور چشموں کے پانی سے بھی اب اس رسم کو ادا کیا جاسکتا ہے۔

چتسمہ کی یہ رسم مذہبی رہنما کے توسط سے ہی انجام دی جاسکتی ہے۔

چتسمہ کی قسمیں: پیدائش، نکاح، تیوہاروں کی مناسبت سے اصطباغ ضروری ہے، جس کی مختصر روداد درج ذیل ہے۔

۱- پیدائش: بچہ جب ۴۵ دن کا ہو جائے تو پیدائش کی گندگی سے پاک کرنے کے لئے اس کو چتسمہ دیا جاتا ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ بچہ کو گھٹنے تک بہتے ہوئے پانی میں داخل کیا جاتا ہے اس حال میں کہ اس کا رخ قطب شمالی کے ستارے کی جانب ہو اور اس کے ہاتھ میں کی بنی ہوئی ایک سبز رنگ کی انگوٹھی رکھی جاتی ہے۔

۲- نکاح: شادی کی مناسبت سے یہ رسم اتوار کے دن ترمیدہ اور کنزبرا کی موجودگی میں انجام دی جاتی ہے۔ مخصوص لباس میں قلستا کے چند حصوں کے پڑھنے کے ساتھ تین بار غوطہ لگایا جاتا ہے پھر دونوں ایک برتن سے جس میں نہر کا پانی ہوتا ہے پیتے ہیں اسے "ممبوھة" کہتے ہیں پھر دونوں "بہثہ" نامی ایک کھانا کھاتے ہیں پھر دونوں کی پیشانی کی سرسوں کے تیل سے مالش کی جاتی ہے پھر سات دن دونوں الگ الگ رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو چھو نہیں سکتے کیونکہ ان ایام میں وہ ناپاک تصور کیے جاتے ہیں۔ شادی کے سات دن کے بعد پھر سے ان کو پانی میں غوطہ لگوایا جاتا ہے اور ان سات دنوں میں جن رکابیوں، پلیٹوں اور ہانڈیوں میں ان دونوں نے کھایا پیا ہوتا ہے انھیں دھلا جاتا ہے۔

اجتماعی چتسمہ: ہر سال عید پنجہ کے موقع پر اجتماعی طور پر جملہ مردوں اور عورتوں پر چتسمہ لینا لازم ہے۔ عید پنجہ کے پانچوں دن کھانے سے پہلے تین بار پانی میں غوطہ لگانا ضروری ہے۔ جس کا مقصود سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ عید پنجہ کے موقعہ پر دن و رات کسی بھی وقت اصطباغ کیا جاسکتا ہے جبکہ بقیہ ایام میں یہ رسم صرف دن میں ادا کی جاتی ہے۔

میت اور اس کے احکام

صابی شخص جب جاں کنی کے عالم میں ہوتا ہے تو روح نکلنے سے پہلے بہتی نہر میں لے جا کر چشمہ دلایا جاتا ہے، اگر وہاں لے جانے سے پہلے ہی انتقال ہو گیا تو وہ نجس مانا جاتا ہے اور اس کو چھونا حرام ہوتا ہے۔

جاں کنی کے عالم میں مبتلا شخص کو قطب شمالی کے ستارہ کی جانب رخ کر کے غسل دلایا جاتا ہے اور پھر گھر واپس لا کر بستر پر ستارہ کی جانب رخ کر کے بیٹھایا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی روح قبض ہو جائے۔

مرنے کے تین گھنٹے کے بعد اس کی تجہیز و تکفین کی جاتی ہے۔ جس مقام پر اس کا انتقال ہوا ہے وہیں تدفین ضروری ہے، کسی اور جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔ صابی کو قبر میں پشت کے بل لٹایا جاتا ہے، اس حال میں کہ اس کا چہرہ اور اس کے دونوں پیر کی جانب ہوتے ہیں تا کہ جب وہ دوبارہ زندہ کیا جائے تو اس کا چہرہ ستارہ کی جانب ہو۔

میت کے منھ میں قبر کھودتے وقت کے پہلے پھاوڑے کی تھوڑی سی مٹی بھی رکھی جاتی ہے، انتقال کے موقع پر رونا اور نوحہ کرنا مطلقاً حرام ہے۔ موت کا دن ان کے لئے فرح و سرور کا موقع ہوتا ہے جیسا کہ یحییٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کو اس کی وصیت کی تھی۔ جس شخص کا اچانک انتقال ہو جاتا ہے، اسے نہ تو چھوا جاتا ہے اور نہ ہی غسل دیا جاتا ہے اور مذہبی رہنما 'کنزبرا' اس کی جانب سے چشمہ کی رسم ادا کرتا ہے۔

☆☆☆

ایثار کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة خود پر دوسرے کو ترجیح دینا نیک نیتی سے ہونا چاہئے، اگر از خود بطیب خاطر اس کا صدور ہو تو یہ ایثار بہت محمود شمار کیا جائے گا اور اگر طبیعت پر جبر کر کے ہو تو وہ بھی ٹھیک ہے۔

تعارف و تبصرہ

مکہ معظمہ سے معظم آباد تک

مصنف: مجاہد الاحسن بن منا الاحسن قیمت: ۱۰۰ روپے

ملنے کے پتے: الفرقان بک ڈپو نظیر آباد لکھنؤ، اسمٰعیل بک ڈپو اسلامیہ کالج بلڈنگ بخشی پور، گورکھپور

تاریخیں تو ہر طرح کی نظر نواز ہوئیں لیکن یہ کتاب ان سے کچھ الگ ہے، موصوف نے اس میں خانوادہ ابوبکر صدیقؓ کو مکہ معظمہ سے معظم آباد تک آنے کا راستہ شجرہ نسب نامہ کے ذریعہ دکھایا ہے۔ موصوف کے تالیف کا مقصد خاندانی تفخر مقصود نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے افراد کو اپنے اسلاف کی تقلید کرنے کی ترغیب دینا ہے۔

مجاہد الاحسن صاحب قدیم و جدید علوم کے چشمہ شافی سے فیض یاب ہیں۔ اس لئے ان کی اردو، فارسی کی استعداد میں کلام نہیں ہے، عربی زبان و ادب کی کمی کو انھوں نے دینی شعور رکھنے والے عربی داں حضرات کی صحبت میں رہ کر ان سے تعاون لے کر دور کیا۔

موصوف کی کتاب پڑھنے کے بعد حیرت و استعجاب ہوتا ہے کہ ایک فرد جو محکمہ جاتی کاموں میں اتنا مصروف ہو اور اس قدر باریک بینی اور تحقیق سے کام لے اور بغیر تحقیق و حوالہ کے کوئی گفتگو سامنے نہ آئے، یہ انھیں کے بس کی بات تھی جہاں قدیم ذرائع سے استفادہ کیا ہے وہیں جدید ذرائع کا بھی استعمال کیا ہے۔ کتاب اپنے اندرون سے پر اثر ہے تو بیرون سے دیدہ زیب۔ نیز موصوف کے ٹائٹل نے نسب نامہ کی طرح مکہ مدینہ اور معظم آباد (گورکھپور) کو انٹرنٹ کے توسط سے ایک ساتھ کر دیا ہے۔

زیر نظر کتاب نسب نامہ پیغمبر آخر الزماں نیز نسب نامہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خانوادہ مکہ معظمہ سے عظیم آباد کے شجرہ نامہ اور نسبی تاریخ پر محیط ہے۔ موصوف نے اس شجرہ نامہ کے معروف ترین شخصیات کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ نیز معظم آباد (گورکھپور) ضلع کا تاریخی پس منظر زمانہ قبل از تاریخ کا حال پیش کیا ہے۔ ضلع کی جغرافیائی حالات، دریا، جھیلیں، تاریخی و قابل دید مقامات نیز مشہور تاریخی و ادبی شخصیات کا تذکرہ شامل ہے۔ اس طرح یہ کتاب جہاں تاریخ و جغرافیہ کے طالب علم کے لئے ایک مرجع ہے۔ وہیں اپنے دیگر مضامین سے اہل علم کے لئے مفید ہے۔ ☆☆☆

جامعہ کے لیل ونہار

عبدالرقیب فلاحی

سعید احمد صاحب کا **"شخصیت سازی مفہوم اور طریقۂ کار"** پر بصیرت افروز خطبہ

جناب سعید احمد صاحب نے "شخصیت سازی: مفہوم اور طریقہ کار" پر بصیرت افروز خطبہ دیا، آپ نے فرمایا:

اس وقت پوری دنیا میں شخصیت سازی کافی اہمیت کی حامل ہوگئی ہے، شخصیت سازی میں گردوپیش کے حالات بڑا اہم رول ادا کرتے ہیں۔ شخصیت سازی شعوری کوشش اور محنت کا نام ہے۔ ہمارے اعمال وافعال ہماری شخصیت کا پتہ دیتے ہیں۔ سات سو چھپن (۷۵۶) آیات میں غوروفکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جبکہ صرف ۱۵۰ آیات میں ارکان خمسہ سے متعلق احکام وارد ہوئے ہیں۔ پوری اسلامی شریعت انسانی شخصیت کی تکمیل ہی کے لئے ہے۔ منصوبہ بندی کے ساتھ اور یکسوئی کے ساتھ جب تک کوئی کام نہ کیا جائے کامیابی سو فیصد ممکن نہیں ہے۔ شخصی ارتقاء میں سب سے بڑی رکاوٹ احساس کمتری اور خوف ہے۔ ہر شخص یہ محسوس کرے کہ اس کی شخصیت سب سے الگ، اس کا مزاج سب سے منفرد، اس کی صلاحیتیں سب سے الگ ہیں۔ اپنے بارے میں یہ جاننے کہ میں کیا ہوں؟ کیوں ہوں؟ کس لئے ہوں؟ اسی کا نام شخصیت ہے۔ مشاہدہ کرنا، خود کو جاننا۔ اللہ نے ہر ایک کے اندر تین قسم کی صلاحیتیں طاقتیں رکھی ہیں: دماغی، روحانی اور جسمانی۔ جسمانی طاقت میں دماغی اور روحانی طاقت مضمر ہے (العقل السلیم بالجسم السلیم)۔ کامیابی کے لئے اعتدال کے ساتھ ان تینوں کا استعمال اور ارتقاء ضروری ہے۔ افراط وتفریط انتہائی نقصان دہ ہے۔ اعتدال کے ساتھ ان کا استعمال ضروری ہے۔ توحید مقصد کامیابی کی شاہ کلید ہے، انتشار ذہنی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

شخصیت دو طرح کی ہوتی ہے: ظاہری اور باطنی۔ باطنی شخصیت سازی کے ذرائع دل و دماغ ہیں۔ دل میں احساسات پیدا ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اعتماد، سوچ اور ذوق پیدا ہوتے ہیں اور اس کے لحاظ سے ذہنیت پیدا ہوتی ہے۔ دماغ میں سوچ پیدا ہوتی ہے۔ سوچ جیسی ہو، کارکردگی

اسی انداز کی ہوتی ہے۔ شخصیت سازی میں دل ودماغ کا بنیادی رول ہوتا ہے۔

دل صاف ہو تو زہر اگلتی نہیں زبان   روشن چراغ سے کبھی اٹھتا نہیں دھواں

ظاہری شخصیت سازی بھی بہت اہم ہے، ورنہ باطنی صلاحیت کی افادیت محدود ہو کر رہ جاتی ہے، ہمارے اندر مارکیٹنگ یعنی اپنی معلومات، نتائج اور صلاحیتوں کو پہنچانے کی صلاحیت ہونی چاہئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے اندر کسی محفل وتقریب میں کھڑے ہونے، چلنے اور عمدگی کے ساتھ اظہار خیال کرنے کی لیاقت ہو۔ سب کچھ اس انداز سے ہو کہ اعتماد، بھروسہ جھلکے۔ انداز گفتگو ہماری کامیابی اور ترقی کا ضامن ہے۔ ایک گھنٹہ کی گفتگو سے اتنی انرجی ضائع ہوتی ہے جتنی چھ کلومیٹر پیدل چلنے سے ضائع ہوتی ہے۔ ماضی کی تلخ یادوں کو بھلا کر اچھی اور مثبت باتیں یاد رکھنی چاہئے۔ اسی طرح حال کی ان چاہی باتوں کو بھلا کر عمدہ باتوں کو یاد رکھیں۔

گولڈن جوبلی کی تاریخ میں تبدیلی

مجلس شوریٰ نے بعض اسباب و وجوہ کی بناء پر گولڈن جوبلی کی تاریخ میں معمولی تبدیلی کی ہے۔ اب یہ جوبلی ۱۶، ۱۷، ۱۸ نومبر ۲۰۱۲ء کو منائی جائے گی۔

ذمہ داران جامعہ کا انتخاب

مجلس شوریٰ جامعۃ الفلاح منعقدہ ۴-۵ دسمبر ۲۰۱۱ء نے ذمہ داران جامعہ اور مجلس عاملہ نے ذمہ داران شعبہ جات کا نئی میقات ۲۰۱۲ء-۲۰۱۳ء کے لئے درج ذیل افراد کا انتخاب کیا ہے۔

۱-	شیخ الجامعہ	جناب مولانا سید جلال الدین صاحب عمری
۲-	ناظم جامعہ	جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب
۳-	نائب ناظم جامعہ	جناب مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی
۴-	معتمد مال	جناب ڈاکٹر محمد داؤد صاحب
۵-	مہتمم تعلیم وتربیت	جناب مولانا رحمت اللہ اثری صاحب
۶-	معاون مہتمم تعلیم وتربیت	جناب مولانا اظہر احمد صاحب فلاحی
۷-	معاون مہتمم نسواں	جناب محترمہ ساجدہ ابو اللیث صاحبہ
۸-	نگران اعلیٰ	جناب مولانا ولی اللہ مجید صاحب قاسمی
۹-	صدر شعبہ اعلیٰ طلبہ	جناب مولانا انیس احمد صاحب فلاحی مدنی
۱۰-	صدر شعبہ اعلیٰ طالبات	جناب محترمہ آسیہ فلاحی صاحبہ

١١- صدر شعبہ ثانوی طلبہ — جناب مولانا عرفان احمد صاحب

١٢- صدر شعبہ ثانوی طالبات — جناب محترمہ افری صاحبہ

١٣- صدر شعبہ ابتدائی طلبہ — جناب مولانا کمال الدین صاحب فلاحی

١٤- صدر شعبہ ابتدائی طالبات — جناب محترمہ نزہت ابوالبقاء صاحبہ

نومنتخب ممبران شوریٰ

١- جناب نعیم احمد غازی فلاحی صاحب   ٢- جناب رضی الاسلام ندوی صاحب

٣- جناب ڈاکٹر محمد افضل فلاحی صاحب

ممبران مجلس عاملہ

مجلس عاملہ نو ممبران پر مشتمل ہوتی ہے۔ چار بحیثیت عہدہ اور پانچ ممبران:

[١] ناظم [٢] نائب ناظم [٣] معتمد مال [٤] مہتمم تعلیم وتربیت [٥] جناب ڈاکٹر خلیل احمد صاحب [٦] جناب ماسٹر محمد عارف صاحب [٧] جناب ڈاکٹر ابو محمد صاحب [٨] جناب ماسٹر محمد احمد صاحب [٩] جناب ڈاکٹر ابوہریرہ صاحب

ممبران مجلس تعلیمی

١- جناب محمد اشفاق صاحب دہلی

٢- جناب ڈاکٹر اشہد جمال ندوی صاحب علی گڑھ

٣- جناب ڈاکٹر محمود مسیح صدیقی صاحب اورنگ آباد

٤- جناب مولانا عبدالبر اثری فلاحی صاحب، ممبئی

٥- جناب ڈاکٹر افضال احمد صاحب فلاحی شبلی کالج

٦- جناب ابرار احمد صاحب اعظمی (ڈائرکٹر مرکز تعلیم اساتذہ)

روداد انجمن

مدینہ یونٹ

مدینہ یونیورسٹی کے فلاحی طلبہ کی کوششوں سے جامعہ کی مرکزی لائبریری کے لیے سعودی عرب سے پچھلے دو سالوں میں بڑی تعداد میں کتابیں فراہم کی گئیں۔ گزشتہ سال رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ سے تقریباً سو سے زائد عربی اور انگریزی کی کتابیں آئیں اور اس سال مدینہ یونیورسٹی کے 'کتاب میلہ' اور ریاض کے عالمی کتاب میلہ' سے تقریباً دو سو کتابیں خریدی گئیں۔ جن میں سے متعدد

کتابیں دس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہیں۔ اس کے لیے محسنین کرام سے بھی تعاون حاصل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان تمام حضرات کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے۔

بلریا گنج یونٹ

الحمد للہ انجمن طلبہ قدیم بلریا گنج یونٹ کی سہ ماہی میٹنگ ٣٠ نومبر بروز بدھ بعد نماز مغرب جناب مولانا محمد عیسیٰ صاحب کے احاطہ میں منعقد ہوئی۔ جس میں تقریباً تیس فلاحی برادران شریک ہوئے۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد مولانا محمد عیسیٰ صاحب نے اپنے افتتاحی خطبہ میں نوجوانوں کو یہ نصیحت کی کہ وہ اپنے آپ کو سماج اور ملت کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائیں۔

سابقہ کارروائی کی خواندگی کے بعد، سالانہ آمد وصرف کی رپورٹ بھی پیش ہوئی۔ جامعہ، انجمن اور فلاحی برادران کی فلاح وبہبود کے لئے تجاویز ومشوروں کا ایک حسین مرقع مرکزی شوریٰ انجمن طلبہ قدیم کی میٹنگ منعقدہ ٤-٥ دسمبر ٢٠١١ء بمقام جامعۃ الفلاح میں پیش کیا گیا جسے مرکزی شوریٰ نے سراہا اور انھیں روبہ عمل لانے کی یقین دہانی کرائی۔

انجمن کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس

٤-٥ دسمبر ٢٠١١ء کو جامعۃ الفلاح میں انجمن کی شوریٰ کی نشست ہوئی، جس میں جامعہ طلبہ اور اساتذہ جامعہ کی علمی ترقی اور ان کے فلاح وبہبود کے لئے مختلف تجاویز اور رائیں سامنے آئیں اور درج ذیل اہم فیصلے کیے گئے۔

١- جامعہ کے تعلیمی ماحول کو بہتر بنانے کے لئے علمی کام انجام دینے والے اساتذہ کو اکرامیہ کی ادائیگی۔

٢- طلبہ وطالبات کی حوصلہ افزائی کے لئے امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کے درمیان ڈھائی لاکھ کے انعام کی تقسیم۔

٣- الفلاح ہاسپٹل کے لئے ایمبولنس کی فراہمی۔

٤- گولڈن جوبلی کے موقعہ سے حیات نو کے "ہمارے اساتذہ نمبر" اور فلاحی حضرات کی علمی وفکری خدمات کے تعارف پر مشتمل کتابوں کا اجراء۔

٥- جامعہ کے مہمان خانہ کی دوسری منزل کی تعمیر۔

٦- انجمن کے ریلیف فنڈ کا پچیس فیصد حصہ طلبہ جامعہ کے لئے مختص کیا گیا۔

اور ایک اہم فیصلہ یہ کیا گیا کہ گولڈن جوبلی کے موقعہ پر انجمن طلبہ قدیم کا دو سالہ اجلاس

بھی منعقد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان منصوبوں کو روبہ عمل لانے کی توفیق بخشے۔

نیپال یونٹ کے ذمہ داران کا انتخاب

۱۶؍دسمبر ۲۰۱۱ء کو نیپال کے فلاحی برادران کی انتخابی نشست مولانا الیاس فلاحی صاحب کی سرپرستی میں منعقد ہوئی جس میں مرکزی شوریٰ کے رکن اور سکریٹری جناب رضوان الحق صاحب رفیقی بھی مبصری حیثیت سے شریک تھے۔ شرکاء کی تعداد ۵۵ تھی۔ اس نشست میں ذمہ داران کے علاوہ ایک ۷ رکنی شوریٰ کی کمیٹی کا انتخاب بھی عمل میں آیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

صدر : حسن حبیب فلاحی صاحب

سکریٹری : سراج احمد فلاحی صاحب

خازن : جناب محمد الیاس فلاحی صاحب

ممبران ارکان شوریٰ:

۱-	عبید الرحمن فلاحی، نیپال گنج	۲-	طاہر محمود فلاحی، لمبنی
۳-	مزمل الحق فلاحی، برا ٹی	۴-	نظر الحسن فلاحی، کٹھمنڈو
۵-	محمد ہاشم فلاحی، پارسا	۶-	تفضل حسین فلاحی، سنسری
۷-	غلام رسول فلاحی، سنسری		

اللہ تعالیٰ ان ذمہ داروں کو اپنی ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعلان نتائج

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح نے فارغین جامعہ کے لئے اگست تا دسمبر ۲۰۱۱ء میں درج ذیل عنوانات کے تحت تحریری انعامی مقابلہ کرایا تھا:

۱- احیائے اسلام کی عالمی جدو جہد اور درپیش چیلنجز

۲- آزادی کے بعد ہندوستان کی سیرت نگاری اور اس کے امتیازات

ان تحریری مسابقہ میں کامیاب ہونے والے شرکاء کے نام بالترتیب حسب ذیل ہیں:

[۱] ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی [۲] سید محمد سلمان فلاحی [۳] اسماء فیروز

تشجیعی انعام حاصل کرنے والے شرکاء کے نام بالترتیب حسب ذیل ہیں:

[۱] زبیر احمد [۲] اسامہ عظیم [۳] مولانا انیس احمد مدنی [۴] صفیہ سنبل [۵] نصرت رضی فلاحی

(سکریٹری انجمن)

گولڈن جوبلی ایک تعارف

مولانا مقبول احمد فلاحی

جامعۃ الفلاح:

بیسویں صدی میں تحریکات اسلامی کی کوششوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اسلامی بیداری کی لہر نے دردمندان دین وملت کے اندر اس بات کا شدید احساس پیدا کیا کہ قرآن وسنت کی بنیاد پر ایک جامع، متوازن، متحرک اور موثر نظام تعلیم وتربیت زیر عمل لایا جائے جو اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک طرف اگر طلبہ میں علوم دینیہ کی محققانہ صلاحیت پیدا کرے اور انہیں اسلامی اخلاق وکردار کا پیکر بنائے تو دوسری طرف ضروری عصری علوم سے بھی انہیں بہرہ ور کرے، چنانچہ اسی فکر مندی اور احساس کے تحت ۱۹۶۲ء میں جامعۃ الفلاح کا قیام عمل میں آیا۔

مقاصد جامعہ:

۱۔ جامعہ کا مقصد ایسے افراد کی تیاری ہے جو:

☆ قرآن وسنت کا گہرا علم اور دینی بصیرت رکھتے ہوں۔

☆ جن کی نظر وقت کے اہم مسائل پر ہو اور جو غیر اسلامی افکار ونظریات سے بخوبی واقف ہوں۔

☆ جو اسلامی اخلاق وکردار کے حامل ہوں۔

☆ جن میں احیاء دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ ہو۔

☆ جو گروہی، جماعتی اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر وسعت قلب ونظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح وتعمیر کا فریضہ انجام دے سکیں۔

۲۔ ایسا نصاب تعلیم زیر عمل لانا جس میں دینی وعصری علوم کا بہترین امتزاج ہو اور جو جامعہ کی اساس سے ہم آہنگ ہو۔

۳۔ اسلام کی خدمت کے لیے دور جدید کے تقاضوں کے مطابق فکری، علمی اور تحقیقی مواد فراہم کرنا۔

۴۔ فنی اور پیشہ ورانہ (Vocational) تعلیم کا اس طرح نظم کرنا کہ جامعہ کا بنیادی مقصد متاثر نہ ہو۔

جشن طلائی Golden Jubilee۔

جامعۃ الفلاح کو قائم ہوئے الحمدللہ پچاس سال مکمل ہو رہے ہیں۔ بڑی بے سروسامانی کی حالت میں اس کا آغاز ہوا مگر اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت، اصحاب خیر حضرات کی خصوصی توجہ اور منتظمین واساتذہ کے بلند حوصلوں کے سہارے جامعہ نے بہت کم عرصہ میں ترقی کے قابل ذکر مراحل طے کئے۔ اللہ کا شکر ہے تقریباً پانچ ہزار طلبہ وطالبات نے یہاں سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد نہ صرف حصول تعلیم کے میدان میں مزید ترقیاں کی ہیں بلکہ زندگی کے مختلف میدانوں میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ اللہ کا فضل خاص ہی ہے کہ آج جامعہ کا شمار ممتاز تعلیمی اداروں میں ہو رہا ہے۔

۲۰۱۱ جب کہ جامعہ کے قیام کے پچاس سال ہو رہے ہیں۔ اس موقع پر بجا طور پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی پیش رفت اور کارکردگی پر اظہار تشکر اور احتساب وجائزہ کے لئے جشن طلائی Golden Jubilee کا انعقاد ہو تا کہ اپنی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے، اپنا بے لاگ تجزیہ کیا جائے، ثمرات پر تہ دل سے اللہ کا شکر بجالایا جائے، مقاصد جامعہ کے تناظر میں کمیوں اور کوتاہیوں کے تدارک کی منصوبہ بندی کی جائے، نئی امنگوں اور بلند عزائم کے ساتھ ازسرنو حوصلہ مندانہ اقدامات کئے جائیں اور بڑے پیمانے پر جامعہ کی سرگرمیوں کا تعارف کرایا جائے۔

اصلاً یہ تحدیث نعمت کی ایک شکل ہے۔ جامعہ کے ذریعہ اسلامی تعلیم وتربیت کے محاذ پر جو کچھ بھی پیش رفت ہو سکی ہے وہ خالص فضل الٰہی ہے وہ اپنے جس بندے سے جو کام چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "لئن شکرتم لازیدنکم" اگر تم میری نعمتوں کی قدر کرو گے تو ہم تمہیں مزید نعمتوں سے نوازیں گے۔

۱۶/۱۷/۱۸ نومبر ۲۰۱۲ مطابق ۲ تا ۴ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ سہ روزہ جشن طلائی کے تحت کوشش کی جارہی ہے کہ اب تک کے تمام فارغین وفارغات اکٹھا ہو کر مادر علمی سے اپنی وابستگی اور اس کی تعمیر وترقی کے لئے اپنے کردار کا جائزہ لیں۔ جن اعلیٰ وارفع مقاصد کے تحت انہوں نے اپنی زندگی کے قیمتی اوقات یہاں بسر کئے ہیں ان مقاصد کے آئینے میں اپنی موجودہ تصویر دیکھ کر اصلاح احوال کی کوشش میں لگ جائیں۔ ملک وبیرون ملک کے ان بہت سارے لوگوں کو دعوت دی جارہی ہے جن کی نیک تمناؤں اور ہمہ جہتی تعاون ہی سے جامعہ آج اس مقام پر فائز ہے تاکہ وہ بنفس نفیس تشریف لاکر اپنے خوابوں کی عملی تعبیر کا مشاہدہ فرمائیں۔ اطراف وجوانب کے بہی خواہوں کو متوجہ کیا جارہا ہے کہ وہ اپنے محبوب ادارے میں ہونے والے جشن طلائی کے نہایت

اہم پروگراموں سے استفادہ کریں اور اپنا بھرپور تعاون پیش کریں۔

کوشش کی جارہی ہے کہ یہ تقریب جامعہ کے لئے سنگ میل ثابت ہو۔ اس موقع پر جامعہ کی مبسوط تاریخ منظر عام پر آجائے، فارغین وفارغات کی مختلف الجہات خدمات سے لوگ متعارف ہو سکیں، جن اساتذہ ومربیوں نے اس چمن کو اپنے خون جگر سے سینچا ہے ان کی یادیں تازہ کی جائیں اور اس موقع پر کچھ ایسے کام کرلئے جائیں جو جامعہ کی سنہری تاریخ کا حصہ بن جائیں۔

جشن طلائی کے مقاصد اور پروگراموں کی جھلکیاں اس طرح ہیں۔

گولڈن جوبلی تقریبات کے مقاصد

۱۔ عصری تقاضوں کے تناظر میں مدارس کے نظام تعلیم وتربیت کا تجزیہ۔

۲۔ جامعہ کا ہمہ جہتی تعارف اور مقاصد جامعہ کے پس منظر میں پیش رفت کا جائزہ۔

۳۔ مستقبل کی منصوبہ بندی اور چند عملی اقدامات کا اعلان۔

۴۔ دور حاضر کے علمی وتعلیمی چیلنجز اور ان کے تقاضوں کی تکمیل کی کوشش۔

۵۔ مقاصد جامعہ کے پس منظر میں فارغین جامعہ (بالخصوص) اور فارغین مدارس (بالعموم) کے لئے اہداف کی نشاندہی۔

۶۔ تعلیمی نظام کی ثنویت کو ختم کرنے اور علم نافع کے اصول پر نئے نظام تعلیم کی تشکیل وتنفیذ کی کوشش۔

پروگرام کے اہم اجزا

۱۔ خطبہ جمعہ۔ کسی عالمی شخصیت کے خطبہ جمعہ سے تقریب کا افتتاح۔

۲۔ **علماء کنونشن بعنوان** "التحديات المعاصرة العالمية في مجال التعليم والتربية" (تعلیم وتربیت اور عالمی چیلنجز) مسئلہ تعلیم پر ملک وبیرون ملک کی علمی شخصیات کے گرانقدر خیالات سے استفادہ کیا جائے گا۔

۳۔ **خواتین کانفرنس بعنوان** "امت مسلمہ کا مستقبل اور خواتین کا کردار" ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کا کافی حد تک انحصار نئی نسل کی بہترین تعلیم وتربیت پر ہے اور یہ کام حسن وخوبی کے ساتھ خواتین ہی کرسکتی ہیں۔

۴۔ **اکیڈمک سیشن** "مدارس کا نظام تعلیم عصر حاضر کے تناظر میں" عالمی سطح کے تعلیمی ماہرین اور ممتاز دانشوروں کے ذریعہ موضوع پر گفتگو اور لائحہ عمل کی تعیین پیش نظر ہے۔ تاکہ ایک ایسا

خاکہ بن سکے جس میں فی الواقع دینی وعصری علوم کا حسین امتزاج ہو۔

۵۔ دعوتی سیشن: امن عالم اور اسلام، میدان دعوت کی نمایاں شخصیات کے ذریعہ دعوت کی ضرورت واہمیت پر اظہار خیال۔

۶۔ جلسۂ تقسیم اسناد: فارغین وفارغات، کو خصوصی اسناد سے نوازا جائے گا۔

۷۔ ادبی نشست: فلاحی شعراء وادباء کی نگارشات پر مشتمل نشست کا اہتمام کیا جائے گا۔

۸۔ کتابوں کی رسم اجرا: جامعہ کی مبسوط تاریخ زیر ترتیب ہے۔ اس موقع پر فلاحیوں کی دیگر علمی خدمات پر مشتمل کتب کا اجرا ہوگا نیز حیات نو کا خصوصی شمارہ "ہمارے اساتذہ" بھی منظر عام پر آئے گا۔

۸۔ انجمن طلبۂ قدیم ایک نظر میں: فارغین جامعہ کی تنظیم کی خدمات کا تعارف۔

۹۔ نمائش: جامعۃ الفلاح کی خدمات، اسلامی تعلیمات کی جھلکیاں اور ادارہ علمیہ کی مطبوعات کا تعارف

اپیل

یہ تقریب جامعہ کے لئے تاریخی اہمیت کی حامل ہے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے محسنین اور فارغین جامعہ کے ہمہ جہت مخلصانہ تعاون کی ضرورت ہے۔ امید ہے دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح کے تعاون سے ہمیں نواز کر ممنون کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو اور بحسن وخوبی اس تقریب سعید کو انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

شعبہ نشر واشاعت:

گولڈن جوبلی تقریبات۔ جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڑھ

Email: <falahgoldenjubilee@gmail.com>

Mob:09695269453-09889597789-09935315021

☆☆

علمی کاموں کے لئے خطوط کار

بمناسبت گولڈن جوبلی، جامعۃ الفلاح ۱۶، ۱۷، ۱۸ نومبر ۲۰۱۲

بخدمت فلاحی حضرات!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ تمام بھائی بہن خیر وعافیت سے ہوں اور جہاں کہیں ہوں نصب العین سے وابستہ رہ کر زندگی کے ایام خوش وخرم گزار رہے ہوں۔

گولڈن جوبلی جامعہ کے موقع پر فلاحیوں کی خدمات سے عوام کو متعارف کرانا پیش نظر ہے، اس مقصد کے تحت زندگی کے مختلف میدانوں میں آپ کی سرگرمیوں کو ایک جامع کتاب کی صورت میں یکجا کیا جارہا ہے۔ ذیل میں بعض ذمہ دار اہل قلم ساتھیوں کو ذیلی عناوین کے تحت کام تفویض کئے گئے ہیں، اطلاع کے مطابق یہ حضرات اپنے اپنے موضوعات پر مواد جمع کررہے ہیں۔ آپ تمام لوگوں سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں اگر آپ کی کچھ خدمات ہیں تو بلا تاخیر ناموں کے ساتھ دئے گئے فون نمبرس سے رابطہ قائم کرکے ارسال فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ اس سلسلے میں آپ لوگوں سے بھرپور تعاون کی امید ہے۔

والسلام

مقبول احمد فلاحی (آرگنائزر گولڈن جوبلی)

نگراں ومشیر کار: ڈاکٹر رضوان احمد فلاحی لندن rizwanfalahi@hotmail.com

۱۔ تاریخ جامعہ صفحات ۳۰۰ تقریباً مرتب: ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی +919997605069

۲۔ فارغین جامعہ کی خدمات صفحات ۲۵۰ر کنوینر: مولانا محمد اسمٰعیل فلاحی

☆ قرآنی خدمات صفحات ۳۰ر محمد اسمٰعیل فلاحی 09198502466

☆ تعلیمی وتدریسی خدمات صفحات ۳۰ر ڈاکٹر محمد راشد فلاحی / ڈاکٹر مسعود عالم فلاحی

09559840136+919213337177

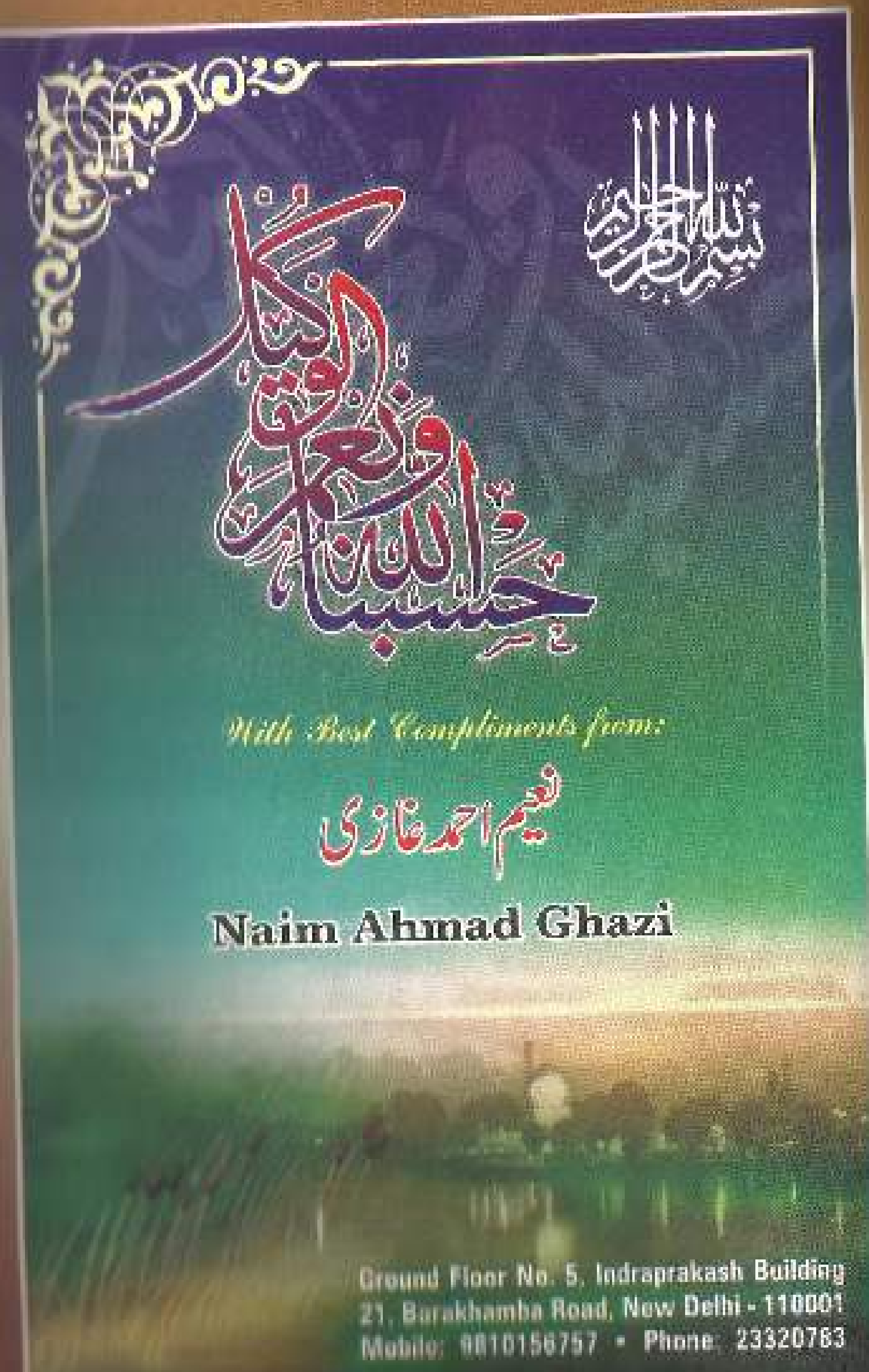

☜ تصنیفی خدمات صفحات ۳۰۰ ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی 09897417068

☜ دعوتی و تحریکی خدمات صفحات ۳۰۰ مولانا عبدالحق فلاحی 09899622150

☜ علمی خدمات صفحات ۳۰۰ ڈاکٹر غفران احمد فلاحی 08126712123

☜ سماجی، سیاسی اور دیگر میدانوں میں صفحات ۳۰۰ ڈاکٹر ملک محمد فیصل، ملک زبیر احمد فلاحی 09889650087

☜ ادبی خدمات (اردو زبان و ادب) صفحات ۳۰۰ ڈاکٹر عمیر منظر فلاحی 919818191340+

☜ ، (عربی زبان و ادب) صفحات ۲۰۰ ڈاکٹر صبیح اختر فلاحی 09897053096

۳۔ فارغات جامعہ کی خدمات صفحات ۱۰۰ محترمہ آسیہ فلاحی و معاونین 09935704756

۴۔ حیاتِ نو (ہمارے اساتذہ نمبر) صفحات ۲۵۰ مولانا انیس احمد فلاحی

۵۔ یادگار ڈائری و کیلنڈر برائے ۲۰۱۳ء مولانا عبدالسلام بستوی 919027324769+

نوٹ: مذکورہ تمام کام اپریل ۲۰۱۲ء تک مکمل کر لیے جائیں، مئی میں کمپوز کرا کے میل پر ڈال دیا جائے تاکہ قابل اصلاح پہلوؤں کا جائزہ و تصحیح کے بعد اگست میں اشاعت کے لیے پریس کے حوالہ کیا جا سکے۔ بہتر یہ ہے کہ جس قدر مواد تیار ہوتا جائے اسے اصلاح کے لیے حوالہ کیا جاتا رہے تاکہ کاموں کا بوجھ ہلکا ہو سکے۔

☆☆☆